دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ
ماہنامہ
الحق
زیر سرپرستی
شیخ الحدیث حضرۃ مولانا عبدالحق بانی و مہتمم دار العلوم حقانیہ
اکوڑہ خٹک ضلع پشاور
پاکستان

اے بی سی (آڈٹ بیورو آف سرکولیشن) کی مصدقہ اشاعت

لہ دعوۃ الحق

قرآن و سنت کی تعلیمات کا علمبردار

ماہنامہ **الحق** اکوڑہ خٹک

جلد نمبر : ۲۳
شمارہ : ۱
محرم الحرام ۱۴۰۸ھ
اکتوبر ۱۹۸۷ء
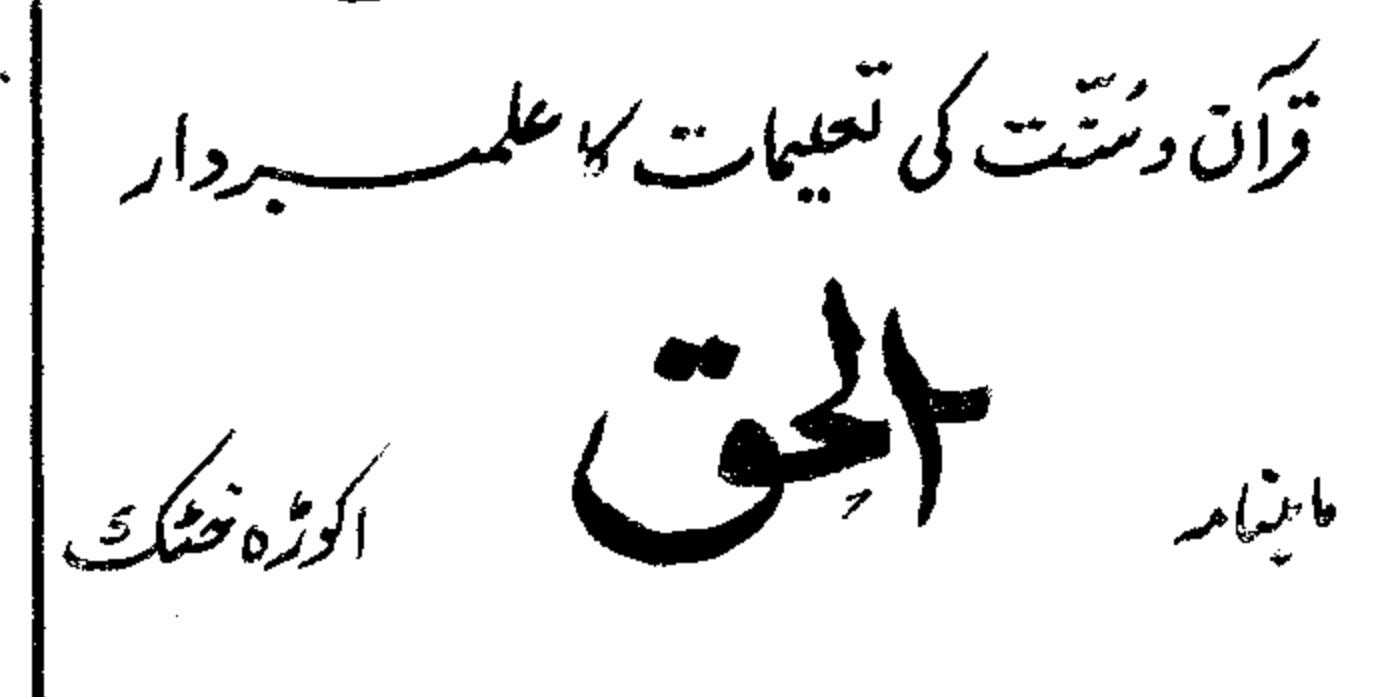
فون نمبر
ڈائرکٹ سسٹم
052317-340
341
342

مدیر : سمیع الحق

اس شمارے میں

نقشِ آغاز	ادارہ	۲
صحبتے با اہلِ حق	افاداتِ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ	۵
نظریۂ ارتقاء اور ماقبل آدم مخلوق	مولانا شہاب الدین ندوی	۱۰
عہدِ رسالت میں حدیث کیسے نقل ہوئی	مولانا محمد حنیف ملی	۲۱
خوانِ زعفران	مولانا عبدالقیوم حقانی	۳۳
احترامِ انسانیت اور آدمیت کی ضرورت	سید ابوالحسن علی ندوی	۳۸
شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی — کچھ یادیں، کچھ تذکرے	شیخ الحدیث مولانا عبدالرؤف	۴۱
جہادِ افغانستان اور دارالعلوم حقانیہ	قاری محمد حکیم / مولوی عبیداللہ	۴۵
الہام کا کرشمہ	مولانا مفتی محمد فرید	۵۱
افکار و تاثرات — سندھ کو پاکستان سے علیحدہ کرنے کا منصوبہ	لفٹیننٹ جنرل محمد اعظم خان	۵۹
علمائے اہلِ سنت سے اپیل	قاضی عبدالکریم کلاچوی	
اربابِ حکومت اور مخالفینِ شریعت کو انتباہ	مفتی جمیل احمد تھانوی	
نقشِ وفا — بیاد مولانا مفتی محمودؒ	حافظ محمد ابراہیم فانی	۶۳
تبصرہ کتب	عبدالقیوم حقانی	۶۷

بدل اشتراک

پاکستان میں : سالانہ -/۴۰ روپے، فی پرچہ -/۴ روپے ♦ بیرون ملک : ہوائی ڈاک دس پونڈ، بحری ڈاک ۶ پونڈ

سمیع الحق استاد دارالعلوم حقانیہ نے منظور عام پریس پشاور سے چھپوا کر دفتر "الحق" دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے جاری کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقشِ آغاز

* الحق کے بائیس سال
* صحافت کا ارتقاء و معیار اور الحق کا امتیاز
* اعتراف اور عزائم

الحمدللہ کہ ماہنامہ الحق اپنے تازہ شمارہ محرم الحرام ۱۴۰۸ھ سے اپنی زندگی کے ۲۲ سال پورے کرکے تیئسویں برس میں داخل ہورہا ہے۔ ۲۲ سال کے اس طویل سفر میں بے سروسامانی، وسائل کے فقدان، حالات کی ناموافقت، سیاسی فضاؤں کی مخالفت اور لغزش و خطا کے سینکڑوں اندیشوں، خوف و ہراس اور طمع و لالچ، غرض ابتلاء و آزمائش کی ہر گھڑی میں خدا تعالیٰ کی توفیق و عنایت سے الحق نے بغیر کسی طمع و لالچ، مفادات کے تحفظ اور مداہنت کے جادۂ حق اور راہِ اعتدال کے اختیار کرنے میں حتی المقدور کوئی پہلو تہی نہیں کی۔ صحیح الفکری اور اسلامی شعور کے پیشِ نظر اللہ پاک نے صحیح العملی کے راستے بھی کھول دیئے۔

باشعور صحافت، باعمل قیادت ابھارتی ہے، مثبت اور صحت مند صحافت اور اسلامی نقطۂ نظر سے تبلیغ و اشاعت کا مقصد ہی یہ ہوتا ہے کہ دینی بیداری، مذہبی شعور، ملی جذبات، ملک کے نظریاتی اور جغرافیائی سرحدات کا تحفظ، اجتماعی و انفرادی اور معاشرتی فرائض، منکرات و فواحش سے احتراز، تعلیمی اداروں کے تقدس، معیاری تعلیم کی پاسداری، حکمرانوں کا احتساب، قومی یکجہتی، حق و ناحق کا ادراک، قومی مفادات اور ترجیحات کا لحاظ بحیثیت مسلمان کے انفرادی اور اجتماعی ذمہ داریوں کے شعور اور جذبات کی انگیخت کی جائے۔ تحریک نفاذِ شریعت اور ترویج دین کے کام کو آگے بڑھایا جائے، اسلامی صحافت کا مطمح نظر بہرحال غلبۂ اسلام ہی ہونا چاہیئے۔

مگر دینی، اسلامی، قومی اور ملی یکجہتی کا کام کرنے والے معدودے چند رسائل کے علاوہ عام صحافت یا اخبارات و رسائل نے قوم کی گمراہی، فواحش کی اشاعت، منکرات کے فروغ، تخریب کاری، انتشار و تفریق، قومی تشخص اور خود اعتمادی کے تزلزل، طبقاتی منافرت، علاقائی عصبیت، بے دینی و الحاد اور زندقہ و ضلالت کی اشاعت و ترویج میں ریڑھ کی ہڈی جیسا بنیادی کردار ادا کیا ہے۔ اشاعتی اداروں اور صحافت کے ایسے انداز نے پاکستان کی سالمیت اور قومی وحدت کو خاصا کمزور اور غیر محفوظ کر دیا ہے،

اس نوعیت کی غیر محفوظ قوموں کا دفاع کسی بھی عسکری تنظیم اور بڑے سے بڑے فوجی ساز و سامان سے بھی ممکن نہیں، جس قوم کے مدبر و رہنما اور قومی اقتدار کے نمائندہ شعبہ صحافت کے ذمہ دار افراد خود ہی اپنی قومی شکست و ریخت پر کمربستہ ہوں، اسے کسی بھی دفاعی منصوبے کے ذریعہ قائم و دائم نہیں رکھا جا سکتا

گذشتہ دو ڈھائی سالوں سے حکمرانوں اور سیاست دانوں سمیت کارپردازان صحافت نے بھی ملک کے نظریاتی اساس اور قومی سالمیت و ارتقاء کی ضمانت نفاذ شریعت کی تحریک کو ناکام بنانے میں جو شرمناک کردار ادا کیا ہے، اس سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ ہماری صحافت نے خود غرضی، خود پسندی، لادینی الحاد انانیت، جذبۂ انتقام اور حسد و رقابت کی اسیر ہو کر کس طرح اپنی مثبت صلاحیتیں، سنجیدگی، فراست، خلوص نیک نیتی اور صحافتی ذمہ داریوں کا معیاری کردار کھو دیا ہے۔

موجودہ ابتری، بدامنی، قومی تعصب، فسادات، تخریب کاری، سب غیر اسلامی صحافت کے گل بوٹے ہیں۔ قوم بے شمار گروہی جتھے بندیوں اور سیاسی وابستگیوں میں بٹ چکی ہے، اب کا شوریدہ اور منتشر سیاسی منظر، لادینی صحافت اور بے دین سیاست کا تحفہ ہے جو اہل وطن کے لئے آبرو باختگی کا جھومر بن چکا ہے۔

مگر فیاض ازل کی توفیق اور مہربانی سے الحق نے ہمیشہ پیشہ ورانہ صحافت سے ہٹ کر اپنے فرض منصبی اور ذمہ دارانہ کردار کو پیش نظر رکھا، ہنگامہ پسندی، تخریب کاری لادینیت، دہریت باطل نظریات اور منفی تحریکوں کا پر زور تعاقب کیا، جو سیاست اور قومی حالات پر وقتی طور پر حاوی ہو جانے کے سبب فضا کو آلودہ کر دیتی ہیں بالخصوص گذشتہ دو ڈھائی سال سے قوم کی بالغ النظر صائب الفکر، سنجیدہ اور اسلام پسند اکثریت کو یکجا کر کے قومی مقاصد اور مفادات کے حصول اور تحفظ اور تحریک نفاذ شریعت میں بھرپور جدوجہد پر آمادہ کرنے اور اس سلسلہ میں فضا ہموار کرنے میں بھرپور کردار ادا کیا، تخریبی اور انتشار پسند عناصر اور لادینی قوتوں کی نشاندہی کی۔ اسلام دشمن اور ملک دشمن منصوبوں کو پارہ پارہ کرنے میں الحق اشاعتی اور صحافتی سطح پر علماء حق کے ساتھ شانہ بشانہ رہا، شعوری طور پر متانت اور سنجیدگی کے ساتھ تاریکیوں اور مایوسیوں کے مہیب ترین ادوار اور حالات سے مسلمانوں کو نکال کر روشن اور پر امید فضا سے ہمکنار کرنے کی کوشش کی۔ اشاعت میں تاخیر، بے نظمی کتابت و طباعت کی کمزوریوں کے ہزار اعتراف کے باوجود حالات پر گرفت، وقتی ضرورت، بروقت صحیح رہنمائی، اسلامی نقطہ نظر سے ملکی حالات و سیاسیات کا جائزہ، حکمرانوں کا احتساب، نفاذ شریعت کے لئے جدوجہد، اتحاد امت، بین الاقوامی سطح پر اہل اسلام کے فرائض، حقوق اور ذمہ داریاں، اہم

دینی مسائل، تحقیق و اجتہاد، تعلیم و تربیت، جہاد افغانستان، تاریخ و سوانح، فرق باطلہ کا تعاقب، ارشاد و تصوف جیسے اہم موضوعات پر مقالات کے انتخاب و اشاعت کے ہمیشہ کے معیار کو برقرار رکھا، اور خدا کے فضل سے جس رائے کو درست اور جس راستہ کو حق سمجھا، بغیر کسی خوف لومۃ لائم کے اسے حکمرانوں، سیاست دانوں، علماء کرام، رہنمایان ملت اور عام افراد امت تک پہنچانے کی کوشش کی جس کی بعض حلقوں کی جانب سے وقتی طور پر جزوی مخالفت کے باوجود بھی نتائج اور ثمرات اور مستقبل کے اعتبار سے اس کے اثرات بہت اچھے نکلے، اس پر جتنا بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جائے کم ہے۔

بہرحال یہ سب کچھ خالص خدا تعالیٰ کے فضل و کرم، عنایت و بخشش اور اسی کی مہربانی اور توفیق ارزانی سے ہوا، جو یقیناً حضرت شیخ الحدیث مدظلہ، کی سرپرستی و رہنمائی، علماء و مشائخ کی توجہ و عنایت اور قارئین الحق کے مخلصانہ اور بھرپور تعاون اور عامۃ المسلمین کی ہمت افزائیوں کا ثمرہ ہے جس کے اجر و ثواب اور آخرت کے رفیع درجات میں سب برابر کے شریک ہیں۔ (ع۔ ق۔ ح)

بیاد مجلس شیخ الحدیث

افادات شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ
ضبط و ترتیب: مولانا عبدالقیوم حقانی

صحبتے با اہل حق

تحریک نفاذ شریعت اور علماء کی ذمہ داریاں

۲۲ر اگست۔ تحصیل چارسدہ جمعیۃ علماء اسلام کے زعماء اور دارالعلوم کے فضلاء کے شدید اصرار پر حضرت شیخ الحدیث مدظلہ العالی نے بھی علماء کنونشن میں شریک ہونے پر رضامندی ظاہر کر دی، چنانچہ صبح ۸ بجے مخدوم المحترم حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ نے حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم، کو لینے کے لئے ان کے دولت کدہ پر گاڑی بھیج دی اور سوا آٹھ بجے گاڑی (چارسدہ) کے لئے روانگی ہوئی۔ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ اور جناب مدیر الحق کے ساتھ مجھے بھی اس سفر میں معیت کی سعادت حاصل ہوئی۔ تحصیل چارسدہ، علاقہ دوآبہ اور شب قدر وغیرہ سے سینکڑوں علماء بالخصوص دارالعلوم کے فضلاء کثرت سے تشریف لائے تھے۔ مسجد کھچا کھچ بھری ہوئی تھی، حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کی صدارت میں اولاً مجھے تقریر کی دعوت دی گئی۔ اس کے بعد استاذ محترم مولانا سمیع الحق صاحب نے مفصل خطاب فرمایا جمعیۃ کا مؤقف، موجودہ حالات میں علماء کا فریضہ منصبی، تحریک نفاذ شریعت کی ضرورت اور وقت کے تقاضے اور ملک کی موجودہ نازک ترین صورت حال میں اہل علم بالخصوص وابستگان جمعیۃ اور فضلاء دارالعلوم کی ذمہ داریوں اور عملاً مستقبل کے لائحہ عمل کی نشاندہی فرمائی۔ اجلاس کے اختتام پر حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے دعا سے قبل درج ذیل مختصر خطاب فرمایا۔

حضرات مشائخ عظام اور علماء کرام!

آپ حضرات کے جذبات، اس قدر حسن عقیدت، الفت و محبت، مجھ ناچیز اور میرے رفقاء کا استقبال و اکرام، اس پر میں آپ حضرات کا بے حد ممنون اور شکر گزار ہوں اور اللہ پاک سے دعا کرتا ہوں کہ باری تعالیٰ آپ کو اس قدر مساعی اور جدوجہد پر اجر عظیم سے نوازے اور خدا تعالیٰ آپ حضرات کی ان کوششوں کو ملک میں نفاذ شریعت کا ذریعہ بنا دے۔ اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں کوئی کمی نہیں، دین کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ پاک نے اپنے ذمہ لی ہے۔ اسلام کی تاریخ اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کارنامے

تمہارے سامنے ہیں، جنگ بدر میں صحابہ کرام رضؓ ۳۱۳ تھے، اُحد میں مجاہدین کی تعداد ۷۰۰ تھی اور پھر تبوک میں ان کی تعداد ۴۰ ہزار تک پہنچ گئی، دن گذرتے گئے، اسلام کو عروج حاصل ہوتا گیا اور اب روئے زمین پر مسلمانوں کی تعداد کروڑوں اور اربوں کو پہنچ گئی ہے۔

اللہ کی رحمت وعنایت، اور نصرت وحمایت سے مایوس نہیں ہونا چاہیئے۔ وہ وقت یاد کرو جب اسلام کے نام لینے والے انگلیوں پر گنے جاتے تھے۔ اسلام کے نام لیوا ابوھریرہؓ اور بلال رضؓ تھے، پھر "یدخلون فی دین اللہ افواجا" کے منظر قائم ہوئے اور لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہوتے گئے ——— پھر ابتداء میں اور انتہا میں ایسا کونسا وقفہ تھا جس میں اسلام کے چاہنے والوں کو مخالفت اور ایذاء اور بہتان اور مظالم کا نشانہ بنایا گیا ہو؟ مگر انہوں نے مخالفت کی پرواہ نہیں کی، طعن وتشنیع اور استہزاء کا جواب خندہ جبینی سے دیا۔ آج بھی جب علمائے حق نفاذ شریعت کی تحریک منظم کرتے ہیں، شریعت بل کی منظوری اور نفاذ کی بات کرتے ہیں، علماء کو اور سیاست دانوں کو نظام اسلام کے نفاذ کے مطالبہ اور اس بنیاد پر اتحاد وتحریک کی دعوت دیتے ہیں تو کچھ نادان دوست مخالفت کے لئے کمر کس کر میدان میں اتر آئے ہیں ———

اور میں سمجھتا ہوں کہ اب کی تحریک نفاذ شریعت اور علماء حق کا پیش کردہ شریعت بل، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک کسوٹی اور اہل اسلام کا گویا امتحان ہے۔ اللہ پاک یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ نمرود کی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈال کر جلا دینے کے عزائم کون اختیار کرتا ہے اور چھوٹی سی چڑیا کی طرح منہ میں پانی لے کر آتش نمرود کے بجھانے کی سعادت کے لئے کون آگے بڑھتا ہے

میرا ایمان ہے کہ اسلام کی عظمت کو کوئی بھی نقصان نہیں پہنچا سکتا، جو اس کے ساتھ وابستہ ہوگیا، کامیاب ہوگیا، جس نے منہ پھیرا، ذلیل وخوار ہوا اور انشاء اللہ نفاذ شریعت کی یہ مسعود تحریک اور علماء کا اتحاد اور جمعیۃ علماء اسلام کے جان نثاروں کا ولی اللّٰہی قافلہ ترقی کرے گا مضبوط اور مربوط ہوگا اور مستقبل کے صالح اور اسلامی انقلاب کا ذریعہ بنے گا ——— بہرحال یہ امتحان ہے مخالفت کرنے والے نہ تو شریعت بل کو ختم کرسکتے ہیں نہ نفاذ شریعت کی تحریک کو دفنا سکتے ہیں یہ آج کی کوئی نئی بات نہیں، کل بھی بڑے بڑے حکمرانوں نے شریعت کو چیلنج کیا تھا، آج ان کا نام ونشان تک باقی نہیں رہا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ایک مرتبہ مرزا سکندر اپنے دور حکومت میں اتمان زئی آیا تھا۔ اس وقت اس علاقہ کے مشہور مجاہد اور بے باک عالم اور عاشق رسول جناب حاجی محمد امین صاحب نے علماء کا ایک وفد بنا کر مرزا سکندر سے ملاقات کی اور ان سے نفاذ شریعت

اور نظام اسلام کے فوری اجراء کا مطالبہ کیا۔ اس موقعہ پر مرزا اسکندر نے کہا تھا "تقسیم سے قبل ہم کہا کرتے تھے کہ تقسیم کے بعد دیوبند کے علماء سے بھی نجات حاصل ہو جائیگی مگر اب پاکستان بن جانے کے بعد حیرت ہوتی ہے کہ پتھر اٹھاؤ تو اس کے نیچے دیوبند قائم ہو چکا ہے، ملک کے کونے کونے میں دیوبندی فضلا موجود ہیں۔ اس نے کہا میرا جی چاہتا ہے کہ سونے کی کشتی بنا کر علماء کو اس میں بٹھا دوں انہیں کالے پانی کی سزا دوں، مولانا غلام غوث ہزاروی رح فرمایا کرتے۔ مرزا اسکندر! تم علماء کو سونے کی کشتی میں بٹھا کر سمندر بھیجنا چاہتے ہو ہم چاہتے ہیں کہ سونے کی کشتی بنائیں اور تمہیں لندن بھیج دیں۔ پھر دیکھا گیا کہ مرزا اسکندر کو مرنے کے بعد دفن ہونے کیلئے دوگز زمین بھی آسانی سے میسّر نہ ہو سکی، موت لندن میں آئی اور دفن ایران میں ہوا، بہرحال اس وقت کی تحریک نفاذ شریعت اور جمعیۃ علماء اسلام کا شریعت بل اہل اسلام کے لئے ایک امتحان ہے اور اللہ پاک اس ذریعہ سے ہمارے باطن کے عزائم ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ تم دین کے لیے کتنی جدوجہد کرتے ہو۔

الحمدللہ! کہ تنگی تحصیل چارسدہ دوآبہ اور شب قدر کے علماء اور فضلاء میں دین کیلئے کام کرنے کا جذبہ بدرجہ اتم موجود ہے اور اگر جذبات یوں ہی برقرار رہے تو آخری فتح علماء کی ہو گی، موقف درست ہو، راستہ درست ہو تو قلت اور کثرت پر نظر کئے بغیر کام کیسے جاؤ، اللہ کی مدد شامل ہو گی، خدا تعالیٰ فتح اور کامرانی سے نوازے گا۔ میں تو ضعیف، کمزور اور گنہ گار انسان ہوں، آپ حضرات علماء ہیں، صلحا اور علماء سے محبت اللہ سے محبت ہے، میں بھی اس قدر اعذار وامراض کے باوجود گھرے نکلا ہوں، اور اگر خدا کے دین کی تبلیغ و اشاعت اور نفاذ شریعت کے لئے میرے وجود کے ٹکڑے بھی درکار ہوں تو میں اس کو اپنے لئے سعادت سمجھتا ہوں۔

فضل خداوندی کا سہارا، اہل تشیع کے ناپاک عزائم

۳۱ر اگست۔ حسب معمول عصر کی مجلس شیخ الحدیث مدظلہ میں حاضر تھا کہ اچانک لاہور سے مولانا فضل رحیم صاحب اپنے رفقاء کی ایک جماعت کے ساتھ حاضر خدمت ہوئے، مصافحہ اور رفقاء کے تعارف کے بعد جب حضرت شیخ الحدیث مدظلہ سے صحت کا دریافت کیا تو آپ نے فرمایا۔

نظر کی تکلیف رہتی ہے، کمزوری اور ضعف بھی بڑھ رہا ہے، اللہ سے فضل و کرم اور ستاری و عنایت کی امید ہے باقی میں نے تو اپنی عمر ضائع کر دی، ساری عمر غفلت میں گذاری، کچھ کیا نہیں اور کچھ قابلیت بھی نہیں، آخرت میں آخر جب کچھ اپنا استحقاق ہی نہیں ہے تو نظر بغیر فضل خداوندی کے دوسری چیز پر پڑتی ہی نہیں، اللہ کا فضل درکار ہے۔

مولانا فضل رحیم صاحب نے جب مکۃ المکرمہ کے حالیہ افسوسناک سانحہ پر شیعوں کے ناپاک عزائم کا تذکرہ کیا تو حضرت شیخ الحدیث مدظلہ، نے فرمایا۔

جی ہاں! تفصیلات احباب نے سنائی ہیں، اب شیعہ کی خباثتیں عالمی سطح پر ظاہر ہو رہی ہیں، اب تو اہل اسلام کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی کہ صحابہ کی شان میں تنقیص کرنے والوں سے اجتناب کیا جائے، پر عمل کرنا چاہیئے، مگر مجھے اس پر تعجب ہے کہ شیعہ لوگ تو بیت اللہ کو منہدم کرنے اور حجر اسود کو چرانے اور شعائر اللہ کی توہین کرنے پر تلے ہوئے ہیں مگر ہمارے بعض ناداں دوست انہیں گلے لگا رہے ہیں۔ شریعت بل کا تذکرہ ہوا تو حضرت شیخ الحدیث مدظلہ، نے فرمایا۔

خدا کا شکر ہے، موقف درست ہے، راستہ اور سمت صحیح ہے اور الحمدللہ کہ اس سلسلہ میں ہمارا ضمیر مطمئن ہے، بڑی لالچیں اور مناصب پیش کئے گئے مگر اللہ پاک نے فضل فرمایا، برخوردار سمیع الحق کو اللہ پاک نے استقامت بخشی ہے، آئندہ بھی اللہ کریم فضل فرمائے گا، صدر ضیاء الحق کے لئے یہ اچھا موقعہ تھا، مداخلت کر کے شریعت بل کو آگے بڑھا سکتے تھے مگر انہوں نے موقع سے کام نہیں لیا، کل کے پچھتانے سے کچھ نہیں ہوگا، میں نے ان سے کہہ دیا تھا کہ اللہ کی دی ہوئی مہلت سے فائدہ حاصل کرو، بعد کے پچھتانے سے اب کا کچھ کر لینا بہتر ہے۔

| حضور اقدس ﷺ نے ساری زندگی قرآن پڑھایا ہے |

یکم ستمبر۔ دارالعلوم کے شعبہ دارالحفظ والتجوید کے نظام اور طلبہ کی تربیت کے سلسلہ میں بات ہو رہی تھی کہ دارالعلوم کے ناظم مولانا گل رحمن صاحب نے عرض کر دیا کہ حضرت! قاری محمد رمضان کے پاس ۳۵ طلبہ سے زائد ہیں جو حفظ کر رہے ہیں، حضرت شیخ الحدیث مدظلہ، نے فرمایا۔ ماشاءاللہ، بہت خوب ہے، اللہ پاک برکت اور ہمت دے، ہم تو بوڑھے ہو گئے، ویسے بھی کوئی کام نہیں کیا، جو شخص جتنا اخلاص سے کام کرتا ہے، اللہ پاک اس کے لئے راہیں کھولتے ہیں اور پھر قرآن پڑھانا تو عین سنت نبوی ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری زندگی قرآن پڑھایا۔

بدہضمی برسات کی سوغات

بدہضمی کا علاج کارمینا سے کیجیے

برسات میں نظامِ ہضم خاص طور پر متاثر ہوتا ہے
اور بدہضمی کی شکایت عام ہو جاتی ہے۔ ان دنوں میں معدے کی کارکردگی بحال رکھنے
کے لیے دونوں وقت پابندی سے کارمینا استعمال کیجیے۔

کارمینا معدے کی گرانی اور ہاضمے کی تمام خرابیوں کا مؤثر اور مجرّب علاج ہے۔

بدہضمی، قبض، گیس، سینے کی جلن اور تیزابیت
کی صورت میں کارمینا استعمال کیجیے۔

کارمینا

نظامِ ہضم کو بیدار کرتی ہے،
معدے اور آنتوں کے افعال کو
منظم اور درست کرتی ہے۔

ہم خدمتِ خلق کرتے ہیں

ہمدرد
تحقیق، روحِ تخلیق ہے

مولانا شہاب الدین ندوی

نظریۂ ارتقاء اور ماقبل آدم مخلوق

اس اعتبار سے اس تقسیم میں ایک چوتھی قسم کا بھی اضافہ ہوسکتا ہے اور وہ ایسی متشابہات ہونگی جن کی حقیقت سے کوئی ایک دور یا سابقہ تمام ادوار ناواقف رہ گئے ہیں اور وہ مابعد کے دور یا ادوار میں ظاہر ہورہی ہوں۔ اس طرح جدید علمی تحقیقات کی رُو سے جو بھی نئے نئے حقائق ظاہر ہوتے جائیں گے ان کی روشنی میں اس قسم کی "متشابہات" کا مفہوم زیادہ بہتر طور پر ظاہر ہوتا جائے گا اور ایسی متشابہات کو اصطلاحاً "متشابہات اضافی زمانی" کا نام دیا جاسکتا ہے۔

مفسرین نے محکمات و متشابہات کی تفصیل میں بہت کچھ خامہ فرسائی کی ہے مگر اس شرح و تفسیر سے اس سلسلے کی ساری پیچیدگیاں دور ہوجاتی ہیں۔ تفصیل کے لئے دیکھئے سورہ آل عمران آیۃ ۷ اور اس کی مختلف تفسیریں۔

غرض جنات کے سلسلے میں اسلامی حقائق و تصورات کا یہ ایک مختصر ترین جائزہ تھا جو صرف ماقبل آدم جنات سے متعلق ہے۔ یہ حقائق چونکہ دین کے بنیادی اور اساسی امور سے تعلق نہیں رکھتے، بالفاظ دیگر اہل اسلام کی عملی زندگی سے براہ راست ان کا کوئی تعلق نہیں ہے، اس لئے اسلام میں اس قسم کے تصورات ذرا مبہم رکھے گئے ہیں اور جیسے جیسے زمانہ ترقی کرتا جائیگا، اس قسم کے اشارات و کنایات کی قدر و قیمت واضح ہوتی جائیگی۔ قرآن حکیم میں متشابہات رکھنے کی یہ ایک بہت بڑی حکمت ہے، جس کی وجہ سے اس کی صداقت و حقانیت کے نئے نئے ابواب کھل سکتے ہیں۔

اس لحاظ سے اسلامی عقائد و تصورات کی تصدیق و تائید موجودہ دور میں بخوبی ہونے لگتی ہے لہٰذا اب کچھ جدید اکتشافات پیش کئے جاتے ہیں۔

احفوریات میں کلّی صداقت مفقود | مگر آغاز بحث سے پہلے ایک حقیقت بیان کردینا ضروری ہے کہ کوشش بسیار کے باوجود جدید سائنس "انسانِ اوّل" کے بارے میں کسی کلّی صداقت کا پتہ نہیں چلاسکی ہے

کیونکہ "ماہرین" کو خود ہی اعتراف ہے کہ اس سلسلے میں متعلقہ آثار وباقیات (REMAINS) نہایت درجہ ناقص اور ناکافی ہیں، چنانچہ اس سلسلے میں ایک اعتراف ملاحظہ ہو :-

انسان اول کے بارے میں ہماری معلومات میں بہت سی دراڑیں حائل ہیں، حالانکہ احفوریات کی حالیہ دریافتوں نے ان دراڑوں کو ڈرامائی طور پر تنگ کر دیا ہے، ہڈیوں، ہتھیاروں اور آلات کی تفصیلی جانچ کے نتائج اس بات کی تشریح کرتے ہیں کہ انسان کب اور کہاں نمودار ہوا؟ اور اس کے آباؤ اجداد کون تھے؟ مگر یہ آثار عموماً جزئی ہوتے ہیں۔ پورا ڈھانچہ تو دور کی بات ہے، سالم ہڈیاں بھی شاذ و نادر ہی ملتی ہیں جس کی وجہ سے کسی دریافت کا تعلق انسانی خاندان سے دکھانا مشکوک ہو جاتا ہے "

Tantalizing gaps remain in our knowledge of early man even though they have been narrowed dramatically by fossil discoveries. Detailed examination of bones, weapons and tools has resulted in interpretations of where and when man first appeared and who his ancestors were. But the remains are usually fragmentary — rarely are whole bones found, let alone a complete skeleton — which makes the assignment of any find within the family of man problamatic [31]

اس کا مطلب یہ ہوا کہ علم طبیعات اور علم کیمیا کے اصولوں کی طرح اثری تحقیقات اور ان کے نتائج دو اور دو چار کی طرح متعین نہیں ہیں کیونکہ یہ گڑھے مردوں کو اکھیڑنے کا کام ہے، مجازاً نہیں بلکہ حقیقتاً۔ لہذا اب تک اس سلسلے میں جو بھی آثار و نتائج برآمد ہوئے ہیں وہ زیادہ تر قیاسات و مفروضات ہیں، جو صحیح بھی ہو سکتے ہیں اور غلط بھی۔ اس کو زیادہ سے زیادہ "ایک گمان" کہا جا سکتا ہے اور اس سلسلے میں سائنسدان بھی بعض اوقات دھوکا کھا جاتے ہیں، چنانچہ اس سلسلے میں ایک دلچسپ واقعہ ملاحظہ ہو۔ ۱۹۱۲ء میں انگلینڈ کے ایک

---

31. The illustrated Reference Book of the Human Body, General Editor James Mitchell, P, h, winward London, 1982.

مقام پلٹ ڈاؤن (PILT DOWN) میں ایک عجیب قسم کا انسانی سر کا حصہ ملا جس کی کھوپڑی کا حصہ تو موجودہ انسان جیسا مگر جبڑے کی ہڈی چمپنزی جیسی تھی۔ اس کو سائنسدانوں نے "پلٹ ڈاؤن انسان" کے نام سے متعارف کرادیا مگر چالیس سال کی مسلسل بحث و تمحیص کے بعد پتہ چلا کہ دراصل یہ ایک جعلسازی تھی اور کسی نے سائنسدانوں کو غلط راہ پر ڈالنے کی غرض سے نہایت ہوشیاری کے ساتھ اس کو بعض دوسری پرانی ہڈیوں اور اوزار کے ساتھ خلط ملط کر کے رکھ چھوڑا تھا [۳۲]

احفوری انسانوں کی قسمیں بہرحال سائنسدانوں کا دعویٰ ہے کہ روئے زمین پر بائبل کے بیان کے مطابق انسان کا وجود صرف چھ ہزار سال سے نہیں بلکہ لاکھوں سال سے ہے اور اس کے ثبوت میں وہ بعض "انسان نما مخلوق" کی ہڈیاں پیش کرتے ہیں جن کی نسلیں اب ناپید ہو چکی ہیں مگر ان تمام ہڈیوں اور کھوپڑیوں کے ٹکڑے ایک جیسے نہیں ہیں بلکہ ان کی بناوٹ اور قدامت میں کافی اختلافات ہیں لہٰذا ان آثار و باقیات (REMAINS) کو سائنسدان مختلف قسموں یا ذیلی خاندانوں اور مختلف ادوار میں تقسیم کر کے ان کی ایک تاریخ مرتب کر رہے ہیں مگر ان سب کو وہ "انسانی سلسلے" ہی کی مختلف انواع تصور کرتے ہوئے ان کو ایک مشترکہ خاندانی نام (HOMINID) یا HOMINIDAE کا دیا ہے اور اس کی تعریف اس طرح کی جاتی ہے "انسانی حیاتیاتی خاندان کا کوئی فرد، خواہ وہ موجودہ انسان ہو یا احفوری انسان"

Members of the human zoological family including existing and fossil man.[33]

اس طرح یہ اصطلاح موجودہ انسان سے پہلے "انسان نما مخلوق" کی جتنی بھی انواع (SPECIES) گزر چکی ہیں ان سب کو شامل ہے۔ احفوری انسان (FOSSIL MAN) کا اطلاق اس ناپید شدہ انسان نما مخلوق پر ہوتا ہے جس کے آثار و باقیات آج صرف زمین میں مدفون شدہ شکل میں موجود ہیں۔ ان آثار و باقیات کو متعدد قسموں اور سلسلوں میں تقسیم کیا گیا ہے جو یہ ہیں :-

راماپیتھی کس (RAMAPITHECUS) آسٹرالوپیتھی کس (AUSTRALOPITHECUS)
ہومو یرکٹس (HOMO ERECTUS) ہوموسیپی ینس (HOMO SAPIENS)
نینڈرتھل انسان (NEANDER THAL MAN) کرومیگنن انسان (CRO-MAGNON MAN)

---

۳۲ ملاحظہ ہو انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا (خورد) : ۷/ ۱۰۰۹ (پلٹ ڈاؤن)

۳۳ دی آکسفورڈ السٹریٹڈ ڈکشنری ، ۱۹۸۲ء

یہ چند مشہور قسمیں ہیں[۳۴] جن کا تذکرہ اس موقع پر کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ بعض اور بھی قسمیں پائی گئی ہیں جن کو غیر ضروری سمجھ کر نظر انداز کیا جاتا ہے کیونکہ ان تمام اقسام کا تذکرہ اس وقت مقصود نہیں ہے۔

راماپیتھی کس (RAMAPITHECUS) اس انسان نما بندر یا بندر نما انسان کا زمانہ تقریباً ستر لاکھ سال قبل مسیح مانا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ یہ قد میں چھوٹا (تقریباً چار فٹ) تھا مگر اس نوع کا کوئی ڈھانچہ نہیں مل سکا ہے، جس کی بناء پر اس کے جسم کا صحیح تعین کیا جا سکتا ہاں البتہ اب تک صرف جبڑوں اور دانتوں کے کچھ جزئی اکازات یا احفوری ٹکڑے (FOSSIL FRAGMENTS) ہی مل سکے ہیں، جن کی بنیاد پر یہ مفروضہ قائم کیا گیا ہے۔ چونکہ اس کے بعد والی نوع یعنی آسٹرالوپیتھی کس دو پیروں پر چلنے کی صلاحیت پیدا کر چکی تھی، اس لئے یہ اشارہ ملتا ہے کہ چار پیروں کے بجائے دو پیروں پر چلنے کی تبدیلی شاید اسی ابتدائی نوع (راماپیتھی کس) کے دور میں ہوئی ہوگی۔ اسی بناء پر اس کا تعلق حیاتیاتی اعتبار سے "انسانی خاندان" میں کیا جاتا ہے۔[۳۵]

آسٹرالوپیتھی کس (AUSTRALOPITHECUS) لاطینی زبان میں اس کے معنی "جنوبی بندر" کے ہیں کیونکہ اس کی دریافت پہلی بار افریقہ میں ہوئی تھی۔ یہ تحتی انسان (SUB - MAN) بن مانسوں کی اعلیٰ قسموں اور انسان کے درمیان ایک "سرحد" کے طور پر ہے۔ ہیکل (HAECKEL) کے نزدیک یہ نوع گونگی تھی[۳۶]۔ بہت سے ماہرین اس بات پر متفق ہیں کہ آسٹرالوپیتھی کس کی حیثیت بوزنہ یا بن مانس (APE) اور انسان کے درمیان ایک کڑی سی ہے۔ اس نوع کی ایک خصوصیات یہ بیان کی جاتی ہے کہ وہ بجائے چار پیروں کے واضح طور پر دو پیروں پر چلنے والی تھی اور اس کا دور تقریباً اسّی لاکھ سے پندرہ لاکھ سال پہلے تک بتایا جاتا ہے[۳۷] جاوا کے تحتی انسان (THE APE MAN OF JAVA) کا شمار بھی اسی خاندان میں کیا جاتا ہے۔ "یہ تحت الانسان" بندر سے تین خصوصیات کی بناء پر ممتاز سمجھا جاتا ہے: اوّل یہ کہ وہ چار ٹانگوں کے بجائے دو ٹانگوں پر چلنے والا تھا، دوم یہ کہ اُس کا دماغی حجم بن مانسوں سے بڑا تھا، سوم یہ کہ وہ پتھر وغیرہ کے اوزار بنانا جانتا تھا۔

---

[۳۴] ان انواع کے چارٹ کے لئے دیکھئے کتاب "دی السٹریٹیڈ ریفرنس بک آف دی ہیومن باڈی" ص۳، مطبوعہ لندن ۱۹۸۲ء

[۳۵] خلاصہ از برٹانیکا (خورد) ۸/۲۰۳

[۳۶] انسانی ارتقاء از ایم آر ساہنی ص ۲۷۵، ص ۲۵۰

[۳۷] خلاصہ از برٹانیکا ۲/۵۶۹

ہوموایرکٹس (HOMO ERECTUS) اس کے لغوی معنی ہیں سیدھا ہو کر چلنے والا انسان (ھومو: انسان، ایرکٹس: سیدھا چلنے والا)

"یہ وہ معدوم شدہ انسانی نوع ہے جس کا تعلق (حیاتیاتی اعتبار سے) انسانی خاندان سے تھا۔ اس کا زمانہ نچلا اور درمیانی "پلی سٹوسین" (PLEISTOCENE) دور مانا گیا ہے (پلی سٹوسین دور تقریباً پچیس لاکھ سال پہلے شروع ہو کر تقریباً دس ہزار سال پہلے ختم ہو جاتا ہے) اگرچہ اس نوع کے بارے میں (ماہرین کی) رائیں مختلف ہیں، تاہم گمان کیا جاتا ہے کہ یہ موجودہ انسان کی قریبی پیشرو تھی۔ اس نوع کے آثار و باقیات افریقہ، ایشیا اور یورپ میں ملے ہیں" [٣٨]

یہ نوع (انسان نما مخلوق) تقریباً دس لاکھ سال سے دو لاکھ سال پہلے تک کے عرصے میں پائی گئی ہے۔ اس کی کھوپڑی کچھ محراب نما اور پیشانی سکڑی ہوئی اور نوکدار تھی۔ اس کے کاسہ سر کی گنجائش (CAPACITY) ٨٠٠ سے ١١٠٠ مکعب سنٹی میٹر تھی۔ اس کا چہرا لمبا اور دانت اور جبڑے بڑے تھے [٣٩]

ہوموسیپی ینس (HOMO SAPIENS) اس کے معنی ہیں ذہین انسان (ہومو: انسان، سیپی ینس: ذہین) "یہ وہ جنس اور نوع ہے، جس سے موجودہ انسان تعلق رکھتے ہیں اور اس سے منسوب ہونے والے انسان احفوری آثار تقریب قریب ساڑھے تین لاکھ سال پرانے ہیں۔ یہ (ذہین مخلوق) دوسرے حیوانات اور سابقہ انسانی انواع سے چند خصوصیات اور عادات میں ممتاز ہے، مثلاً دو پیروں پر چلنے کی چال ڈھال، دماغی مقدار (اوسطاً ١٣٥٠ مکعب سنٹی میٹر) اونچی پیشانی، چھوٹے دانت اور جبڑے (برائے نام) ٹھوڑی، تعمیر کے کام سے واقف اور اوزار کا استعمال کرنے والی، زبان اور تحریر وغیرہ کی علامتوں کا استعمال کرنے کی قابلیت وغیرہ۔ ان میں سے بعض خصوصیات اس نے اپنے قریبی پیشرو "ہوموایرکٹس" سے حاصل کیں لیکن مجموعی اعتبار سے یہ تمام خصوصیات صرف ہوموسیپی ینس ہی کی ہیں" [٤٠]

ہوموسیپی ینس کا زمانہ ایک لاکھ سال پہلے یا دو لاکھ سال پہلے یا شاید تین لاکھ سال پہلے بھی ہو سکتا ہے [٤١]

---

[٣٨] ایضاً (خورد): ١٠٥/٥

[٣٩] " " : ١٠٤٤/٨

[٤٠] انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا (خورد): ١٠٧/٥

[٤١] " " : ١٠٣٠/٨

قطعیت مفقود واضح رہے کہ مذہبی امور کے برعکس یہ سب قیاسات و مفروضات ہیں جن کا شمار "ظنیات" میں ہو سکتا ہے لہٰذا اس سلسلے میں قطعیت کے ساتھ کوئی دعویٰ نہیں کیا جا سکتا جس طرح کہ مذہبی عقائد قطعی و یقینی ہوتے ہیں کیونکہ اس سلسلے میں بہت سے مسائل ایسے ہیں جن کے بارے میں ماہرین خود حیران اور باہم مختلف ہیں چنانچہ چند مزید اعترافات ملاحظہ ہوں :-

" اوپر جن دو مؤخر الذکر انواع کا تذکرہ کیا جا چکا ہے، ان کے بارے میں طبقات الارض (GEO - LOGY) کے اعتبار سے ان دونوں کے ادوار میں بہت بڑا خلا پایا جاتا ہے۔

" وقت کے اعتبار سے ان دونوں انواع یعنی ہومو ایرکٹس (سیدھا چلنے والا اولین انسان) اور ہوموسیپی سین (ذہین انسان) کے نمونوں (یعنی باقیات) کے درمیان قابل لحاظ خلا پایا جاتا ہے "

There is a considerable gap in time between specimens of Homo Erectus (the earliest man to walk erect) and Homo Sapiens (Intelligent man)[42]

یعنی زمین کی کھدائی کے دوران طبقاتی اعتبار سے ان دونوں کے جو آثار ملے ہیں، ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان دونوں کے زمانے میں بہت بڑا فرق ہے اور ماہرین آثار قدیمہ اس کی وجہ سمجھنے سے قاصر ہیں۔ اسی طرح یہ آثار و باقیات دنیا کے ہر مقام پر یکساں طور پر نہیں ملتے بلکہ کہیں ملتے ہیں اور کہیں نہیں ملتے اور یہ بھی اس سلسلے میں ایک معمہ ہے، چنانچہ "ہیومن باڈی" کے مرتبین تحریر کرتے ہیں :

ذہین آدمی (H. SAPIENS) کے ابتدائی ارتقاء کے بارے میں کھوج لگانے میں ایک دشواری یہ ہے کہ قدیم آثار یورپ کی بہ نسبت دیگر مقامات میں بہت ہی محدود طور پر پائے جاتے ہیں، حالانکہ ارتقاء ہر جگہ ہوا ہے۔

In Tracing the early evolution of Homo Sapiens a major difficulty has been that the older finds are limited mainly to Europe.[43]

اس کے علاوہ خود یورپ کے مختلف مقامات پر پائے جانے والے ادھوری نمونوں کی مختلف

---

42 دی السٹریٹڈ ریفرنس بک آف دی ہیومن باڈی، ص ۸

کھوپڑیوں کی دماغی مقدار میں بھی تفاوت پایا جاتا ہے کیونکہ یہ تفاوت ان کھوپڑیوں کے جزئی مطالعے کی بنیاد پر ہے۔

But these estimates are based only on fragments of the skull.[44]

مطلب یہ کہ ان اندازوں کے لئے کوئی مکمل کھوپڑی نہیں مل سکی ہے بلکہ کھوپڑیوں کے بعض اجزاء کی بنیاد پر یہ قیاس کیا گیا ہے۔ اس طرح جزئی مطالعے کے ذریعہ کلی نتائج حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے جو صحیح بھی ہو سکتی ہے اور غلط بھی۔ یہی وجہ ہے کہ اس باب میں نہ صرف نظریاتی اختلافات پائے جاتے ہیں بلکہ خود نظریات بھی بدلتے رہتے ہیں۔ مثال کے طور پر ایک محقق ڈی سی جوہانسن (D.C. JOHANSON) کا قابل قدر مقالہ "Rethinking the origins of genus Homo" ملاحظہ ہو جو مشہور کتاب "انسائیکلو پیڈیا آف اگنورنس[45]" یعنی "قاموس جہالت" میں شائع ہوا ہے، اس میں موصوف نے نظریاتی تبدیلیوں کی بعض مثالیں پیش کی ہیں۔ موصوف نے اپنے مضمون کا آغاز ہی اس اعتراف کے ساتھ کیا ہے"

نوع انسانی کے اولین ارتقائی مرحلوں کی عقدہ کشائی کے سلسلے میں جو پیچیدگیاں حائل ہیں، ان سے متعلق تحقیقات پچھلے پندرہ سال کے دوران بارآور ہو چکی ہیں، یہ بات بتدریج واضح ہو چکی ہے کہ اگرچہ انسانی علم احفوریات اب ماضی کی بہ نسبت زیادہ لبریز ہو چکا ہے تاہم اب بھی ہم کو آخری فیصلہ کرنے سے پہلے اس ضمنی شہادت کا انتظار کر لینا چاہیئے جو انسانی ارتقاء اور درجہ بندی سے تعلق رکھتا ہے۔

"Investigations related to unravelling intricacies of mankinds earliest stages of evolution have proliferated during approximately the last 15 years. It has become increasingly clear that although the store house of human palentology is considerably fuller now than in the past, we still must await additional evidence before final decisions can be made concerning human evolutions and taxonomy.[46]

45,46 The Encyclopaedia of Ignorance - ۸ دی اسٹریٹیڈ ریفرنس بک آف دی ہیومن باڈی، ص
Edited by Ronald Ducun, Pergamon Press, Oxford, 1978.

وہ مزید لکھتا ہے کہ ماہرین کے لئے مختلف متحجرات (FOSSILS) کے درمیان رشتۂ تعلق دکھانا ایک مشکل ترین مرحلہ ہے۔

"It is a difficult task for the anthropologists to ascertain relationships between such fossils.[47]

اسی طرح وہ تحریر کرتا ہے کہ کسی قدیم انسانی جبڑے کے محض ایک جزو یا ٹکڑے کی بدولت ہم کو ایسی کوئی بصیرت حاصل نہیں ہو سکتی جو اصلِ انسانی کے مسائل کو حل کرنے میں معاون بن سکے کیونکہ یہ آثار بالکل جزئی ہیں۔

"A hominid jaw fragment and an arm bone fragment do not give us much insight into the problems of human origins because these specimens are so fragmentary.[48]

نیز وہ تحریر کرتا ہے کہ مجموعی طور پر موجودہ شہادت کی رُو سے تمام نمونوں کو ایک واحد نوع قرار دینا ثابت نہیں ہوتا، کیونکہ انحراف کا دائرہ بالکل نمایاں ہے اور عضویاتی تبدیلیاں بالکل امتیازی طور پر ظاہر ہوتی ہیں۔

"Taken as a whole, the present evidence does not substantiate placing all specimens into a single species the range of variation is too pronounced and the morphological adaptations to be quite distinctive.[49]

ذہین انسان کی قسمیں | اوپر جن انواع کا ذکر کیا گیا ہے ان میں سے آخری یعنی ہوموسیپی ینس (ذہین انسان) کی چند قسمیں قرار دی گئی ہیں، جن میں سے دو: نینڈرتھل انسان اور کرومیگنن انسان تو ختم ہو گئے مگر اس سلسلے کا تیسرا نمائندہ "جدید انسان" باقی ہے[50]۔ اس اعتبار سے آج سوائے موجودہ انسان کے (HOMINIDAE) خاندان کی کوئی بھی نوع (SPECIES) یا جدید انسان کا کوئی بھی مورث

۴۷، ۴۸	انسائیکلو پیڈیا آف اگنورنس، ص ۲۴۴، آکسفورڈ، ۱۹۷۸ء

۴۹	ایضاً، ص ۲۴۶،

۵۰	ملاحظہ ہو انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا (خورد): ۵/۱۰۵، ۱۹۸۳ء

اعلیٰ (ANCESTOR) باقی نہیں رہ گیا ہے[51] لہٰذا اس موقع پر "ذہین انسان" کے دو معدوم اور ناپید شدہ قسموں کا تذکرہ کرنا باقی ہے، جن میں سے ایک نینڈرتھل انسان ہے اور دوسرا کرو میگنن انسان۔

نینڈرتھل انسان (NEANDERTHAL MAN) "نینڈرتھل انسان" سے مراد ماقبل تاریخ انسان کی ایک قسم ہے جو یورپ کے بیشتر علاقوں کے علاوہ بحیرۂ روم کے اطراف واکناف میں (طبقات الارض کے اعتبار سے) جدید ترین دور "پلی سٹوسین" (THE PLEISTOCENE EPOCH) جو پچیس لاکھ سال قبل سے دس ہزار سال قبل تک مانا جاتا ہے) کے آخری حصے میں بود و باش اختیار کئے ہوئی تھی۔ نینڈرتھل کا نام وادیٔ نینڈر سے ماخوذ ہے جو مغربی جرمنی کے ایک مقام DUSSELDORF سے قریب واقع ہے، جہاں پر ایک انسانی ڈھانچے کے بچے کھچے آثار کا انکشاف پہلی بار ۱۸۵۶ء میں ہوا[52] اور اس بنا پر اس کو نینڈرتھل انسان کے نام سے موسوم کر دیا گیا۔

نینڈرتھل انسان کا شمار اسی "ذہین انسان" (H. SAPIENS) میں ہوتا ہے جو یخ بستگی کے شدید اور آخری دور میں زمین پر آباد تھا[53]۔ یہ پست قد والا، مضبوط، بڑے دماغ کا اور گھنے ابرو والا تھا، جو اب سے کوئی تیس ہزار سال پہلے تک پایا جاتا تھا[54]۔ نینڈرتھل انسان سے تہذیب کا آغاز ہوتا ہے[55] وہ نہ صرف ایک شکاری تھا بلکہ اہم بات یہ ہے کہ وہ زندگی اور موت کے بارے میں شعور بھی رکھتا تھا اور ہو سکتا ہے کہ جادو اور مذہبی رسوم کی شروعات بھی اسی سے ہو[56]

نینڈرتھل انسان بہت اچھا شکاری اور ہتھیار ساز تھا، جو تقریباً ایک لاکھ دس ہزار سال پہلے نمودار ہوا، جو برفانی دور کا آخر تھا[57] اور وہ آگ کا استعمال جانتا تھا[58]۔ وہ مختلف اوزار بناتا تھا مثلاً لکڑی کو بھگو کر اور اس کو آگ میں تپا کر بعض ہتھیار تیار کرتا تھا۔ وہ کدالیاں (HAND AXES) چاقو (KNIVES) اور ساطور (CHOPPERS) بھی بناتا تھا[59] (واضح رہے کہ) زمین پر سب سے قدیم اوزار جن کا پتہ لگا ہے وہ تقریباً ۲۶ لاکھ سال پرانے ہیں[60]

---

[51] ملاحظہ ہو انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا (خورد) : ۷/۱۰۵، ۱۹۸۳ء [52] ایضاً ، ۷/۲۳۵ ، [53] ، [54]
[55] دی ہیومن باڈی ، ص ۸ [56] ایضاً ، ص ۹ ، [57] برٹانیکا : ۸/۶۰۸
[58] ایضاً : ۸/۶۰۹ ، [59] ایضاً ۸/۶۰۸ - ۶۰۹
[60] ایضاً : ۸/ ۶۰۸

نینڈرتھل انسان کے پاس یقیناً اوزار تھے، ان میں سے بعض کے متعلق دعوے کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ وہ چمڑا صاف کرنے کے آلات رکھتے تھے۔ ان کی عورتیں گھروں میں رہتی تھیں اور مرد شکار کے لئے نکلتے تھے اور یہ بھی خیال کیا جاتا ہے کہ اس دور میں مرد اور عورتوں کے درمیان لباس میں فرق و امتیاز ظاہر ہوا [۶۱]

اُن کے دور میں مُردوں کو دفن کرنے کا رواج تھا۔ اس اعتبار سے یہ رواج تقریباً پچاس ہزار سال پرانا ہے [۶۲]

جن مقامات پر نینڈرتھل انسان کے نمونے برآمد ہوئے ہیں، انہی جگہوں میں پتھر کے ایسے اوزار بھی ملے ہیں جن کی عمر کا اندازہ ۹۰ ہزار سے ۴۰ ہزار سال تک کا ہے [۶۳]

دنیا کے مختلف مقامات میں نینڈرتھل انسان کے جو بھی آثار ملے ہیں، ان سے ان کے دور کا صحیح تعین مشکل ہے کیونکہ اس سلسلے میں بہت سی چیزیں مبہم ہیں [۶۴]

اگرچہ کلاسیکل نینڈرتھل، بہت سے آثار کی دریافت کی بنیاد پر بجا طور پر مشہور ہے، تاہم جدید انسان کے ارتقاء کا کھوج لگانے کی راہ میں جو معلومات ضروری ہیں وہ ان نمونوں سے حاصل نہیں ہو سکی ہیں [۶۵]

"Although the number of finds of this "classical" Neanderthal have made them justly famous, the various specimen do not provide the vital information necessary to trace the evolution of modern man.

---

۶۱ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا : ۵/ ۱۰۱۶، ۱۹۸۳ء

۶۲ ایضاً ۵/ ۵۳۳

۶۳ " ۸/ ۱۰۴۶

۶۴ دی ہیومن باڈی، ص ۹

۶۵ ایضاً، ص ۹

حکومت پاکستان

دفتر چیف کنٹرولر امپورٹس ایکسپورٹس اسلام آباد

(امپورٹ ٹریڈ کنٹرول)

پبلک نوٹس

عنوان : اسلامی جمہوریہ پاکستان اور سوویت سوشلسٹ ری پبلک کے درمیان سامان کے باہمی تبادلے کا معاہدہ ۶ مارچ ۱۹۸۷ء

نمبر ۱۹ (۸۷) / امپورٹ - ۱ درآمد کنندگان کی اطلاع کے لئے مشتہر کیا جاتا ہے کہ درج ذیل آئیٹموں کی درآمد کیلئے امپورٹ پالیسی آرڈر (۱۹۸۷ - ۹۰) کی دفعات کے مطابق پاکستان یو ایس ایس آر بارٹر مورخہ ۶ مارچ ۱۹۸۷ء کے تحت فوری استعمال کے لئے فنڈز دستیاب ہیں۔

نمبر شمار	آئیٹمز
۱۔	ٹولز اور ورکشاپ ایکوپمنٹس
۲۔	سیمنٹ
۳۔	ایگریکلچرل ٹریکٹرز / ٹرکس اور ڈمپرز کے لئے ٹائرز اور ٹیوبز
۴۔	زنک ان گاٹس
۵۔	ڈوپلکس پیپر بورڈ
۶۔	ایسبسٹاس فائبر
۷۔	سینتھیٹک ربڑ
۸۔	بلیک اینڈ وائٹ ٹی وی سیٹوں کے لئے پکچر ٹیوبز
۹۔	کتابیں اور رسالے

خواہشمند درآمد کنندگان کو ہدایت کی جاتی ہے کہ مجوزہ پروفارما کے ہمراہ سادہ کاغذ پر اپنی درخواستیں ہمراہ بینک پے آرڈر داخل کریں اور اپنے مقررہ بنک کے ذریعے درآمدی لائسنس فیس معہ ۲ فی صد مطلوبہ درآمد لائسنس فیس متعلقہ لائسنسنگ کاؤنٹر پر ۱۳ر اکتوبر ۱۹۸۷ء سے قبل پیش کریں۔ اگر درخواستیں زائد رقم کے لئے ہوئیں یا مجموعی رقم جس کے لئے درخواست دی گئی ہے، مطلوبہ فنڈ سے زیادہ ہوئی تو اس صورت میں چیف کنٹرولر امپورٹس / ایکسپورٹس لائسنس جاری کرنے کی بنیاد کا مناسب تعین کرے گی۔

(سعد اللہ ملک) ڈپٹی کنٹرولر

برائے چیف کنٹرولر آف امپورٹس اینڈ ایکسپورٹس

(PID(I) 1168/12)

عہد رسالت میں حدیث کیسے نقل ہوئی

مولانا محمد حنیف ملی

حدیث کے باب میں ہم نے صحابہ کی جستجو اور انہماک کا اندازہ لگالیا اور یہ بھی جان لیا کہ حدیث بیان کرتے وقت ان کا تقویٰ اور خشیت کتنی زبردست تھی کہ ایک ایک صحابی بڑے اشتیاق سے حروف، کلمات اور مفہوم ضبط کرکے روایت کرتا تھا، بلکہ کبھی کسی سے کچھ دریافت کیا جاتا تو اس کی خواہش ہوتی کہ یہ بار کوئی اور اٹھالیتا تو اچھا ہوتا، اور بعضوں کے بارے میں تو یہاں تک ملتا ہے کہ کمی اور بیشی کے اندیشہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث نقل کرنے سے بھی انکار کردیتا تھا۔ اس کی مثال حضرت علاء بن سعد بن مسعود کی روایت ہے، فرماتے ہیں کہ ایک صحابی سے کہا گیا کہ فلاں فلاں کی طرح تم حدیث کیوں نہیں بیان کرتے۔ انھوں نے کہا ایسا نہیں ہے کہ میں نے ان لوگوں کی طرح پیغمبر علیہ السلام کی حدیث نہ سنا ہو یا ان کی طرح آپ کی مجلسوں میں شریک نہ ہوا ہوں، لیکن میں اس لئے روایت نہیں کرتا کہ کہیں کچھ ہی دنوں کے بعد لوگ غفلت برتنے لگیں، اور آج ایسے لوگ موجود ہیں جو حدیث کی حفاظت کیلئے کافی ہیں اور مجھے حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں کمی بیشی پسند نہیں ہے۔

قلتِ حدیث اور احتیاط کے ساتھ ہمارے لئے یہ تحقیق کرلینا بھی ضروری ہے کہ آخر

صحابہ حدیث کس طرح روایت کرتے تھے آیا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ تک محفوظ رکھتے تھے یا ارشاد گرامی کے مفہوم کو بدلے بغیر اسے اپنے الفاظ اور اپنی زبان میں نقل کرتے تھے۔ روایتوں پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے صحابہ آپؐ کے ارشاد مبارک کا ایک ایک لفظ نقل کرنے کے بے حد خواہش مند تھے اور بعض نے بوقت ضرورت روایۃ بالمعنی کی اجازت دے دی، اسی طرح تابعین بھی صحابہ کے نقش قدم پر عمل کرتے ہوئے دونوں رائے کے حامل ملتے ہیں، لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ صحابہ اور تابعین یہ چاہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ سنا ہے بحیثیت مجموعی دوسروں تک پہنچا دیا جائے، اسی لئے بعض صحابہ نے یہ بھی گوارا نہیں کیا کہ حدیث کے کسی لفظ اور کلمہ کو بدل دیں، یا کسی کو آگے پیچھے کر دیں۔ حضرت فاروق اعظمؓ فرمایا کرتے تھے "من سمع حدیثاً فحدث به كما سمع فقد سلم" جس نے حدیث سن کر لفظ بلفظ نقل کر دیا وہ محفوظ ہو گیا، یہی قول ابن عمر، زید بن ارقم وغیرہ صحابہ کا بھی ہے۔ صحابہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ الفاظ حدیث من وعن نقل کرنے میں بڑے سخت تھے۔ حضرت ابوجعفر بحوالہ محمد بن سوقہ نقل کرتے ہیں کہ جب وہ کوئی حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنتے یا کسی موقعہ پر آپ کے ساتھ شریک رہتے تو حدیث نقل کرنے میں کمی بیشی نہیں کرتے تھے۔ حضرت ابوجعفر کا بیان ہے کہ حضرت ابن عمرؓ ایک مجلس میں تھے، حضرت عبید بن عمیر مکہ والوں کو وعظ کر رہے تھے اتنے میں عبید نے کہا "مثل المنافق كمثل الشاة بين الغنمين ان اقبلت الى هذه الغنم نطحتها وان اقبلت الى هذه نطحتها" حضرت عبداللہ ابن صفوان نے فرمایا ابن عمر خدا آپ پر مہربان ہو دونوں تو ایک ہی ہے حضرت ابن عمر نے فرمایا میں نے تو ان الفاظ کے ساتھ نہیں سنا ہے۔ ایک مرتبہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث "بنی الاسلام علی خمس" بیان کی کسی نے سن کر اس کا اعادہ کیا، حضرت ابن عمر نے فرمایا اس طرح نہیں "صیام رمضان" کو سب سے آخر میں ذکر کرو اسلئے کہ میں نے آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اسی طرح سنا ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ خود ہم بھی روایتوں میں راوی کے مختلف اقوال پاتے ہیں مثلاً کذا وکذا یا " ایھما قال قبل" یہ دراصل راوی حدیث کی طرف سے آگاہی ہے کہ اس نے حدیث تو جان لی اس کا مفہوم بھی سمجھ لیا لیکن وہ قطعی طور پر دو ناموں اور دو کلموں کی ترتیب نہیں یاد رکھ سکا، اس لئے ایسے موقعہ پر راوی شک کی جگہ واضح کر دیتا ہے ۔ یہ بھی ملحوظ رہے کہ یہ شبہ اصل حدیث میں نہیں بلکہ الفاظ حدیث میں ہوا کرتا ہے جس سے مفہوم و معنی متاثر نہیں ہوتے جیسا کہ حضرت خالد ابن زید جہنیؓ نے ایک حدیث نقل کیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں " قریش والانصار واسلم وغفار" یا " وغفار واسلم "

بعض راویوں نے حدیث کے ہر ہر لفظ کی حفاظت پر بہت زیادہ زور دیا ہے چاہے مفہوم نہ بدلے جب بھی ایک لفظ کی کمی بیشی سے بھی منع کیا ہے جیسا کہ حضرت سفیان بیان کرتے ہیں کہ امام زہری حضرت انس کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں " نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الدباء والمزفت ان ینتبذ فیہ " حضرت سفیان سے کہا گیا کہ حدیث میں "ینبذ" ہے انھوں نے کہا نہیں نہیں ہم سے امام زہری نے بھی ینتبذ فیہ نقل کیا ہے ۔ بعض راوی تو الفاظ حدیث کے اتنے زیادہ حریص ہوتے ہیں کہ مشدّد کو مخفف، اور مخفف کو مشدّد پڑھنا بھی گوارہ نہیں کرتے ۔ نما ۔ نمّی کا لفظ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث میں ہے " لیس الکاذب من اصلح بین الناس فقال خیرا او نمی خیرا ہر چند کہ اس عمل سے معنی میں کوئی فرق نہیں پڑتا تاہم حمّاد فرماتے ہیں کہ میں نے یہی حدیث دو شخصوں سے سنا ہے ایک نے نما مخفف اور دوسرے نے نمّی مشدد پڑھا ہے ۔ بعض محدثین کو الفاظ حدیث کی حفاظت کا کتنا زیادہ شوق تھا اس کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ جب شاگرد روایت لکھنا چاہتے تو یہ بیان کرتے ورنہ نہیں اس لئے کہ انھیں یہ ناپسند تھا کہ وہ کچھ کا کچھ یاد کرلیں اور اہل حدیث میں وہم کو راہ مل جائے جیسا کہ خطیب بغدادی نے حضرت ابن عیینہ سے

نقل کیا ہے کہ محمد بن عمرو کہتے ہیں قسم بخدا جب تک تم حدیث لکھو گے نہیں میں بیان بھی نہیں کروں گا۔ مجھے ڈر ہے کہ تم میری طرف غلط بات منسوب نہ کردو۔ ایک دوسری مثال رامہرمزی نے طلحہ بن عبدالملک سے نقل کیا ہے۔ فرماتے ہیں، کہ میں حضرت قاسم کے پاس آیا اور ان سے کچھ باتیں دریافت کیں۔ میں نے عرض کیا کیا اسے لکھ لوں حضرت قاسم نے فرمایا ہاں لکھ لو پھر اپنے صاحبزادے سے کہا کہ ان کی کاپی دیکھ لو کہیں میری طرف کوئی زائد بات منسوب نہ کردیں۔ طلحہ فرماتے ہیں کہ ابو محمد: اگر مجھے کذب بیانی کا خیال ہوتا تو آپ کی خدمت میں کبھی نہیں آتا ، حضرت قاسم نے فرمایا یہ مقصد نہیں کہ مجھ کو آپ پر اعتماد نہیں رہا بلکہ میری منشاء تو یہ ہے کہ اگر سہواً کوئی لفظ رہ گیا ہو تو اسے بھی درست کرلیں۔ حضرت اعمش فرماتے تھے کہ یہ علم ایسے لوگوں کے پاس تھا جو یہ چاہتے تھے کہ ہم حدیث میں واؤ، الف، یا دال کا اضافہ کریں اس سے اچھا یہ ہے کہ آسمان سے گر کر جان دے دیں۔

حضرت ابن عون رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے تین ہی علماء پائے جو الفاظِ حدیث کے باب میں بہت سخت تھے، قاسم بن محمد حجاز میں، محمد بن سیرین بصرہ میں، اور حضرت رجاء بن حیوۃ شام میں، حضرت ابراہیم بن میسرہ اور امام طاؤس دونوں ایک ایک حرف کی رعایت کرکے حدیث بیان فرماتے تھے، بلکہ طاؤس تو حدیث کا ایک ایک حرف گنتے تھے، یہی حضرت سفیان بن عیینہ کا بھی قول ہے، حجاز کے محدثین میں ابن شہاب زہری، یحییٰ بن سعید اور ابن جریج حدیث انھی الفاظ کے ساتھ بیان کرتے تھے جو حدیث میں موجود ہیں اس میں کوئی ترمیم نہیں کرتے تھے، حضرت امام مالک بھی انھی کلمات کے ساتھ حدیث نقل کرنے میں حریص تھے جو حدیث میں آئے ہیں

صحابہ اور تابعین کا دوسرا گروہ روایت بالمعنیٰ کا قائل تھا اور ضرورت کے وقت ایک کلمہ کو دوسرے سے بدل دینے کی اجازت بھی دیا ہے۔ انھیں جب الفاظ بدلنے کی ضرورت ہوتی تو وضاحت کردیتے کہ یہ الفاظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نہیں ہیں، یہی وجہ ہے کہ ہمیں ایسے بھی بعض صحابہ ملتے ہیں جو غلطی کے اندیشے سے روایت کرنے میں بہت زیادہ احتیاط

کرتے تھے۔ یہ حضرت ابن مسعودؓ ہیں جب حدیث بیان کرتے تو قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، کہہ کر فرماتے هکذا، او نحوا من هذا، او قریبا من هذا" یہ کہتے جاتے اور کانپتے جاتے۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ جب حدیث بیان کرکے فارغ ہو جاتے تو فرماتے او نحو هذا او شکله، یعنی یا یہی الفاظ حدیث کے ہیں یا اس سے ملتے جلتے، اور فرماتے اللهم الا هکذا"، خدا کرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہی الفاظ ہوں۔ محمد بن سیرین فرماتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ حدیث بہت کم بیان کرتے تھے اور جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی ارشاد نقل کرتے تو اوکما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام فرما دیتے تھے حضرت عروہ کا بیان ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مجھ سے فرمایا اچھا یہ بتاؤ کہ دو مرتبہ کی روایتوں میں کچھ فرق بھی ہوتا ہے، میں نے عرض کیا نہیں، اس پر انھوں نے فرمایا کہ پھر کوئی مضائقہ نہیں حضرت ایوب محمد بن سیرین سے نقل کرتے ہیں کہ بعض مرتبہ ایک حدیث الفاظ کے تھوڑے تھوڑے فرق سے دس آدمیوں سے سنتا ہوں جبکہ مفہوم ایک ہوتا ہے، حضرت مکحول فرماتے ہیں کہ میں اور حضرت ابو ازہر ایک مرتبہ حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ کے پاس آئے ہم نے کہا ابن الاسقع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیث سنائیے جس میں وہم ونسیان اور کمی زیادتی کا کوئی امکان نہ ہو حضرت واثلہ نے فرمایا تم میں سے کسی نے قرآن بھی پڑھا ہے ہم نے کہا ہاں! لیکن ہمیں خوب یاد نہیں ہے، ہم کبھی واؤ، الف بڑھا دیتے ہیں اور کبھی گھٹا دیتے ہیں حضرت واثلہ نے فرمایا کہ جب یہ قرآن جو کاغذ میں تحریر ہے جسے تم خوب یاد کرتے ہو تمھیں یاد نہیں اور اس میں کمی و زیادتی ہو جاتی ہے تو پھر ان حدیثوں میں کمی بیشی کیسے نہ ہوگی جسے ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کاش ہم آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک ہی بار حدیث سنتے اگر ہم کوئی روایت معنی کے لحاظ سے نقل کریں تو تم اس کو کافی سمجھو۔ حضرت زرارہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے متعدد صحابہ سے ملاقات کی میں نے محسوس کیا کہ ان کی روایتوں میں الفاظ کا فرق تو تھا لیکن سب کی روایتوں کا مفہوم ایک تھا، حضرت جریر بن حازم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے

ہیں کہ میں نے حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو حدیث بیان کرتے ہوئے سنا ہے ان کے الفاظ مختلف لیکن مفہوم ایک ہی ہوتا تھا۔ حضرت عمران قصیر فرماتے ہیں کہ میں نے حسن بصری رحمۃ اللہ سے عرض کیا ہم جن الفاظ کے ساتھ حدیث سنتے ہیں بعینہ اسی طرح بیان نہیں کرپاتے فرمایا ہم بھی اگر سنی ہوئی حدیث کے ایک ایک لفظ کی رعایت کرکے روایت بیان کریں تو دو حدیث بھی بیان نہ کرسکیں بس حدیث میں حلال و حرام کا مفہوم آجائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

حضرت ابن مسعود، ابو درداء، انس بن مالک، حضرت عائشہ، حضرت عمرو بن دینار عامر شعبی، ابراہیم نخعی، ابن ابی نجیح، عمرو بن مرہ، جعفر بن محمد، ابن عیینہ اور یحییٰ بن سعید قطان رضی اللہ عنہم سے روایت بالمعنیٰ کی اجازت منقول ہے۔ ابن عون نے ایسے تین محدثین سے ملاقات نقل کی ہے جو روایت بالمعنیٰ کی اجازت دیتے ہیں، ان کے نام یہ ہیں حسن بصری ابراہیم نخعی، اور عامر شعبی، ان بزرگوں نے بضرورت روایت بالمعنیٰ کی اجازت دی ہے، یہ بزرگ لوگوں سے کہا کرتے تھے ہم روایت بالمعنیٰ ذکر کرتے تھے لیکن آخر میں "او کما قال علیہ السلام" بھی کہہ دیتے تھے، صحابہ میں ایک گروہ ایسا بھی تھا جو لکھنے والوں کو روایت بالمعنیٰ کی اجازت نہیں دیتا تھا محض اسلئے کہ کوئی یہ خیال نہ کرلے یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ بھی ہیں، چنانچہ حضرت عمرو بن دینار رضی اللہ عنہ روایت بالمعنیٰ کرتے وقت فرماتے تھے۔ "احرج علی من یکتب عنی" جس نے میری روایات لکھی اس نے دشواری پیدا کردی، ہمیں یہاں تسلیم کرلینا چاہئے کہ جن علماء نے روایت بالمعنیٰ کی اجازت دی ہے کچھ شرطیں بھی لگادی ہیں اور سب کو روایت بالمعنیٰ کی اجازت بھی نہیں دی بلکہ بضرورت مخصوص حالات میں اجازت دی ہے مثلاً ذہن سے لفظ حدیث ہی ذہول کرجائے یا روایت بیان کرتے وقت کسی وجہ سے کلمات یاد نہ آئیں تو اسے روایت بالمعنیٰ کی اجازت ہے اور اس ضرورت کا استعمال بھی بقدر ضرورت ہوگا، امام شافعیؒ نے راوی کے اوصاف ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ جس سے روایت بیان کی جائے وہ ثقہ ہو، صدق گوئی کے لئے مشہور ہو، اپنی نقل کردہ حدیث

کو سمجھتا بھی ہو، اور معنی میں جو تبدیلی پیدا ہو اس سے بھی واقف ہو، حدیث جن الفاظ کیساتھ سنے اسی طرح بیان کر دیا کرے اس لئے کہ جانکار نہ ہونے کی وجہ سے جب روایت بالمعنی کریگا تو اسے خود خبر نہ ہو گی کہ وہ حرام کو حلال سے اور حلال کو حرام سے بدل تو نہیں رہا ہے اور جب الفاظ و حروف سمیت ادا کرے گا تو حدیث کے کچھ سے کچھ ہو جانے کا اندیشہ نہ ہوگا۔
رامہرمزی فرماتے ہیں کہ امام شافعی کا ارشاد ہے کہ محدث الفاظ حدیث کا پابند ہو تو اسکے لئے روایت بالمعنی درست ہے، علاوہ ازیں وہ عربی زبان، محاورات عرب، رموز معانی، انداز گفتگو اور اسلوب کلام کی واقفیت کے ساتھ الفاظ کی تبدیلی سے پیدا ہونے والے معنی کو بھی جانتا ہو اگر اس میں یہ اوصاف ہوں تو اسے روایت بالمعنی کی اجازت ہے اس لئے کہ وہ اپنے فہم و ذکا سے مفہوم کو بدلنے اور حکم کو ختم ہونے سے بچا لیگا اور اگر راوی میں یہ اوصاف نہیں ہیں تو الفاظ کی رعایت کے ساتھ اس کو ادا کرنا ہی ضروری ہوگا بلکہ ظاہری الفاظ سے بھی انحراف کرنا اس کے لئے کسی طرح جائز نہ ہوگا، ہم نے اسی مسلک کا اکثر اہل علم اور فقہاء کو بھی پابند پایا ہے۔

جو لوگ روایت بالمعنی کے قائل ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ خدا نے گذشتہ نبیوں اور قوموں کے واقعات نقل کئے ہیں اور مختلف مقامات پر مختلف معنی و مفہوم کی رعایت رکھتے ہوئے بیان کیا ہے وہ بھی پچھلی قوموں کی زبان سے عربی میں منتقل کیا ہے جس میں تقدیم و تاخیر کے ساتھ کمی زیادتی بھی ہے بلکہ بعض باتوں کا ذکر ہے اور بعض کا نہیں ہے جس سے روایت بالمعنی کا ثبوت ملتا ہے۔

روایت بالمعنی کا یہ طریق صحابہ کے لئے کوئی نیا اور نرالا نہیں ہے بلکہ وہ تو خود قرآن کے حکیمانہ اسلوب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے سے اس کا جواز فراہم کر رہے ہیں جیساکہ رامہرمزی نے نقل کیا ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سفیر اور قاصد مختلف علاقوں میں جب روانہ فرمایا تو یہ لوگ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نامۂ مبارک کا ترجمہ عربی کے

علاوہ علاقائی زبانوں میں کرتے رہے، جس میں تقدیم وتاخیر بھی ہوئی ہے، پس اگر حدیث کی ترجمانی دوسری زبانوں میں صحیح ہے تو غیر ملکی اور اجنبی زبانوں کے مقابلہ پر حدیث کی ترجمانی عربی زبان میں بدرجہ اولیٰ درست ہونی چاہئے اور جو لوگ روایت بالمعنی پسند نہیں کرتے ان کے پاس بھی دلائل ہیں مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے " نضر اللہ امرأ سمع مناحدیثا فاداہ کما سمعہ" خدا اس بندہ کو تر و تازہ رکھے جس نے ہماری کوئی حدیث سنی اور انہی الفاظ کے ساتھ دوسروں تک پہنچا دیا۔ حضرت براء بن عازب فرماتے ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ جب تم بستر پر لیٹنے لگو تو کیا کہو گے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا اور رسول بہتر جانیں آپ نے فرمایا کہ جب تم سونے لگو تو اپنے دائیں ہاتھ پر سر رکھ لو پھر یہ پڑھو " اللهم اسلمت وجهي اليك وفوضت امري اليك والجأت ظهري اليك رغبة ورهبة اليك امنت بكتابك الذي نزلت ونبيك الذي ارسلت " حضرت براء فرماتے ہیں کہ آپ نے مجھے جس طرح سکھایا اسی طرح پڑھا ہاں نبیک کی جگہ رسولک کہہ دیا اس وقت آپ نے دست مبارک سے میرے سینہ پر ازراہ شفقت مارا اور فرمایا نبیك ہی کہو اور پھر فرمایا کہ جو شخص یہ کہہ لے اور اتفاق سے اسی رات انتقال ہو جائے تو اس کی فطری موت ہو گی۔

بعض علماء نے دونوں فریق کی دلیلوں پر لمبی چوڑی بحثیں کی ہیں لیکن تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ جاہل کو روایت بالمعنی کی مطلق اجازت نہیں ہے اور جن علماء نے اجازت دی ہے تو وہ بھی کچھ شرائط کے ساتھ، حضرت ماوردی فرماتے ہیں کہ اگر راوی لفظ بھول جائے تو اس کے لئے جائز ہے اس لئے کہ وہ لفظ اور معنی دونوں کا امین ہے، لیکن اگر ایک کو ادا کرنے سے قاصر ہے تو اس کے لئے دوسری صورت ضروری اور ناگزیر ہے خصوصاً اس لئے بھی کہ بالکل روک دینے سے حدیث کا کتمان (چھپانا) لازم آئیگا، اس لئے ایسی صورت میں روایت بالمعنی کی اجازت ہے، ہاں اگر اسے الفاظ یاد ہوں تو روایت بالمعنی درست

نہ ہوگی اس لئے کہ جو فصاحت آپ کے کلام مبارک میں ہے وہ دوسروں کے کلام میں نہیں ہے۔ علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک ضروری یہ ہے کہ وہ روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جوامع کلم میں نہ ہو اور ایسے الفاظ بھی نہ ہوں جنھیں بطور عبادت کے ادا کرنا حدیث میں منقول ہو تو روایت بالمعنی جائز ہے

ان تفصیلات کے بعد ہم قطعی طور پر کہہ سکتے ہیں کہ روایت بالمعنی ضرورت کی بنا پر ہے اور صحابہ کا تقویٰ، روایت میں ان کی دقت نظر، حفاظت حدیث کا اہتمام اور غایت احتیاط کے پیش نظر روایت بالمعنی مخصوص حالات میں جائز رہی ہے ہر وقت نہیں، میرے نزدیک یہی راجح ہے کہ روایت بالمعنی اگر تاریخی طور پر صحابہ سے ثابت بھی ہے تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمات مبارک سے بہت زیادہ ہم آہنگ اور قریب ہے اسلئے کہ صحابہ نے آپ کو دیکھا ہے، آپ سے حدیث سنا ہے آپ کے مبارک حلقے سے بافیض ہو کر اٹھے ہیں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے التفات کریمانہ اور دعوت گرامی سے ان کے دیدہ و دل روشن ہوئے ہیں وہ فصاحت و بلاغت کے اعلیٰ مقام پر ہیں عربوں کی زبان کو امت میں سب سے زیادہ جاننے والے یہی ہیں ان کے کلام میں کسی غلطی اور مفسدہ کو راہ نہیں ملتی قوموں اور ملاقوں میں رہنے کے باوجود ان کی زبان و مزاج تغیر پذیر نہیں ہوئے انھیں رسول اللہ کے ارشادات عالیہ سے بے پناہ مناسبت ہے اس لئے روایت بالمعنی میں آپ کے مفہوم گرامی سے کبھی منحرف نہیں ہوں گے، میرے نزدیک زیادہ زوردار بات یہ ہے کہ صحابہ اور تابعین نے جو حدیث بھی بیان کی ہے وہ زیادہ تر آں حضرت کے الفاظ ہی ہوتے ہیں اس لئے کہ ان میں کچھ تو ایسے تھے جو حدیث سنتے ہی آپ کے سامنے لکھ لیتے تھے اور حلقہ بنا کر سنی ہوئی حدیث کا مذاکرہ کرتے تھے ایک دوسروں کی لفظی اصلاح بھی کرتے تھے اور اگر کسی کو کوئی شبہ ہو جائے تو فوراً ذات اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کر کے شبہ دور کر لیتا تھا اور تابعین بھی صحابہ سے جو کچھ سنتے لکھ کر یاد کر لیتے تھے ان میں کچھ ایسے بھی تھے کہ حدیث یاد کر لینے کے

بعد اسے مٹا دیتے، بعض ایسے بھی تھے جو یاد کرکے اپنی بیاض یا تختی پر محفوظ کر لیتے اور بعض صحابہ اپنی ڈائری پر محفوظ کر لیتے تھے، اور جو تابعین لکھنے کا اہتمام نہیں کرتے ان کی تمام تر خواہش اور کوشش یہ ہوتی تھی کہ اسے اپنے سینوں میں زبانی محفوظ رکھیں حدیث کا وقتاً فوقتاً مذاکرہ کیا کبھی حدیث حاصل کرنے اور کبھی سنی ہوئی حدیث کی تصدیق و توثیق کیلئے صحابہ کے پاس ایک شہر سے دوسرے شہر جاتے اور اس طرح وہ حدیث کے ایک ایک لفظ اور اسکے مفہوم کو ضبط کرتے تھے۔

بلاشبہ اس قوت حافظہ سے جو خدا نے ان حاملین شریعت اور راویان حدیث کو بخشی ہے ہمارے اعتماد کو اور تقویت پہنچتی ہے کہ صحابہ نے جتنی روایات آں حضرت صلی اللہ علیہ سے کی ہیں زیادہ تر آپ ہی کے الفاظ ہیں چنانچہ تاریخ میں حضرت ابوہریرہ وغیرہ کے حفظ کا ذکر ملتا ہے اور جب کوئی صحابہ کرام کی بے پناہ قوت حافظہ اور یادداشت کی صحیح کیفیت معلوم کرتا ہے تو دنگ رہ جاتا ہے اسی قوت حافظہ کی بدولت حدیث رسول ہم تک صحت کے ساتھ پہنچی ہے۔ آپ قوت حافظہ کی چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

یہ ابن عباس رضی اللہ عنہ ہیں جو قوت حافظہ میں بہت مشہور ہیں، ان کے حافظہ کا یہ عالم تھا کہ حدیث ایک ہی مرتبہ سننے کے بعد ازبر ہو جاتی تھی، تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس نے ابن ابی ربیعہ کے اسی اشعار پر مشتمل ایک قصیدہ سنا اور پہلی ہی مرتبہ اسے یاد کر لیا، حضرت ابن عباس کی طرح اور بھی مثالیں صحابہ کرام میں ملتی ہیں ان میں حضرت زید بن ثابت بھی ہیں جنھیں بالغ ہونے سے پہلے ہی قرآن کریم کا اکثر حصہ یاد تھا اور کل سترہ دن میں یہودیوں کی زبان بھی انھوں نے سیکھ لی، یہ ام المومنین حضرت عائشہؓ ہیں جو ذکاوت اور حفظ میں امتیازی مقام رکھتی تھیں، تابعین میں حضرت ابن عمرؓ خادم حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ جن سے ساری عمر حافظہ کی کوئی غلطی نہیں ہوئی اور جن کے حفظ کی باریکیوں پر تمام ناقدوں نے اتفاق کیا ہے انھیں میں اپنے زمانہ کے مشہور ترین محدث امام زہری علوم اسلامیہ

کے انسائیکلوپیڈیا امام شعبی اور ممتاز فقیہ حضرت قتادہ بن دعامہ دوسی بھی ہیں جو بلا کی مہارت، غضب کی یادداشت میں ضرب المثل ہیں

روایت کے مختلف طریقوں میں راوی کے اختلاف لفظ پر جب ہم غور کرتے ہیں تو ایک بڑا حصہ ایسی روایات کا ملتا ہے جس میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی عمل کا ذکر ہوتا ہے یا پھر کسی خاص واقعہ کا جسے راوی نے خود مشاہدہ کیا ہے اور اس واقعہ سے کوئی نتیجہ اخذ کرکے دوسروں تک پہنچا رہا ہو تو عموماً الفاظ حدیث میں اختلاف ہو جاتا ہے جس کی رواۃ اس طرح تعبیر کرتے ہیں " امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بکذا اور نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن کذا " وغیرہ حالانکہ دونوں کا مطلب ایک ہے اور یہ تو فطری بات ہے کہ صیغوں کی علیحدہ علیحدہ ادائیگی میں شک کی گنجائش نہیں ہے اس لئے کہ ہر راوی جو کچھ اپنی آنکھ سے دیکھتا ہے اس کی ترجمانی اپنے الفاظ میں کرتا ہے، ہاں یہ بات بہت شاذ و نادر ہے کہ راوی کا لفظی اختلاف عبادت کے لئے خاص کردہ الفاظ میں ہو یا ان حدیثوں میں ہو جو جوامع الکلم ہیں جیسے اذان و اقامت کے کلمات، مقررہ دعائیں اور تشہد کے جملے وغیرہ اس لئے کہ وہ تو بہر حال مقرر اور طے شدہ ہیں

یہ بھی ملحوظ رہے کہ ہم تک الفاظ کا جو اختلاف روایت بالمعنی کی وجہ سے پہنچا ہے اس کا زیادہ تر مدار آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجالس اور اسکی کثرت پر ہے اسلئے کہ آپ مختلف موقعوں پر ایک موضوع بیان فرماتے ہیں اور دریافت کرنے والوں کو ان کے مبلغ فہم کے مناسب جواب عنایت فرماتے ہیں. کبھی کبھی ایک ہی مسئلہ سے متعلق متعدد باتیں ذکر فرماتے اور ہر شخص کو مطمئن فرماتے تھے جس کی تعبیر جداگانہ. الفاظ مختلف، اور جملے متفاوت ہوتے اور مقصود پورا ہو جاتا تھا. ان صورتوں میں جو روایات بالمعنی بیان کی جائیں ظاہر ہے کہ اہل علم کی غیر معمولی جستجو اور حدیث رسول کا بہت زیادہ مطالعہ ہونے کی وجہ سے یہ روایتیں ان کی نظر سے مخفی نہیں رہ سکیں بلکہ یہ علماء ضبط و

(باقی بر صفحہ)

نمایاں کارکردگی، بہترین کوالٹی اعلٰے مضبوط اور پائیدار مصنوعات کے لیے
ٹیکسٹائل
کی دُنیا
کا جانا
پہچانا نام
بُوریوالہ ٹیکسائل مِلز لمیٹڈ
داؤد آباد ضلع
وہاڑی
ہیڈ آفس: بُوریوالہ ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ
۴۰۵، ۴۰۳ - الفلاح
شاہراہ قائد اعظم لاہور

مولانا عبدالقیوم حقانی فاضل و مدرس دارالعلوم حقانیہ

خوانِ زعفران

محدثین عطار اور فقہار اطبار ہیں

عبداللہ بن عمر کی روایت ہے کہ ہم ایک مرتبہ امام اعمش کی مجلس میں بیٹھے تھے کہ انہوں نے کچھ مسائل کا تذکرہ کیا اور بعض کے بارے میں امام ابوحنیفہ کی رائے معلوم کرنا چاہی۔ امام صاحب نے تفصیل سے ان کا شافی جواب دیا۔ امام اعمش نے پوچھا۔ آپ یہ جواب کہاں سے دے رہے ہیں ؟

امام ابوحنیفہ نے فرمایا۔ اس حدیث سے جو آپ نے ہمیں ابی صالح عن ابی ہریرہ کی سند سے بیان کی تھی، نیز فلاں فلاں صحابی کی روایت سے جو آپ سے ہم نے سنی تھیں۔ امام اعمش متعجب ہوئے اور امام ابوحنیفہ کو ان کی فقہی مہارت اور حدیث دانی کی داد دیئے بغیر نہ رہ سکے اور بے اختیار پکار اٹھے۔

یا معشر الفقہاء ! انتم الاطباء ونحن الصیادلہ [1]

اے جماعت فقہاء ! تم لوگ اطباء ہو اور ہم پنساری ہیں۔

ابوحنیفہ کا علم حضرت خضر کے علم سے مستفاد ہے

ازہر بن کیسان کی روایت ہے کہ

مجھے ایک مرتبہ خواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ دیکھا کہ آپ کے پیچھے دو اور بزرگ شخصیتیں بھی تشریف فرما ہیں۔ ان دنوں مجھے امام ابوحنیفہ کے علوم و معارف کی تحصیل مطالعہ کا شغف زیادہ تھا۔ مجھے بتایا گیا کہ آگے تشریف فرما ہونے والے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ان کے پیچھے کے دونوں بزرگ حضرت ابوبکر صدیق رض اور حضرت عمر فاروق رض ہیں، میں نے حضرات شیخین سے عرض کیا کہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔ فرمانے لگے ضرور دریافت کر لیجئے مگر آواز اونچی نہ ہونے پائے تو میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے امام ابوحنیفہ کے علم کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا۔

ھذا علم انتسخ من علم الخضر [2]

ابوحنیفہ کے پاس ایسا علم لدنی ہے جو حضرت خضر کے علم سے مستفاد ہے

---

[1] عقود الجمان ص ۳۲۱ ، مناقب الامام ابی حنیفہ للذھبی ص ۲۱ [2] جامع بیان العلم ج ۲ ص ۱۳۱ ، خیرات الحسان ص ۶۴ ، عقود الجمان ص ۳۶۸

امام ابوحنیفہ سے مجھے حیا آتی ہے

امام شافعیؒ ایک مرتبہ امام اعظم ابوحنیفہ کی قبر مبارک پر حاضر ہوئے اور امام صاحب کیلئے دعائے مغفرت کی۔ اتفاق سے صبح کی نماز پڑھنے کا وقت آیا تو امام شافعیؒ نے صبح کی نماز میں اپنے ہمیشہ کے معمول کی مخالفت کرتے ہوئے دعائے قنوت نہ پڑھی اور بسم اللہ میں جہر کے بجائے اخفاء کیا جبکہ ان کا مسلک ہے کہ تمام سال صلوٰۃ صبح میں دعائے قنوت پڑھی جائے اور بسم اللہ میں جہر کیا جائے۔ جب ان سے اپنے ہمیشہ کے معمول کے ترک کر دینے کی وجہ پوچھی گئی تو فرمایا۔

"اس مرقد مبارک کے صاحب امام ابوحنیفہ سے مجھے حیا آتی ہے میں نے ادباً و احتراماً ان کے ہاں موجود ہوتے ہوئے اپنی رائے و مسلک کو ترک کر دیا ہے۔ [1]

امام باقرؒ نے ابوحنیفہؒ کی پیشانی کو بوسہ دیا

امام اعظم ابوحنیفہؒ کی ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں امام باقر سے ملاقات ہوگئی امام باقر کو چونکہ آپ کے بارے میں غلط روایات پہنچی تھیں اس لئے وہ آپ سے بدگمان رہتے تھے، چنانچہ کہنے لگے۔ آپ وہی ابوحنیفہ ہیں جس نے میرے نانا کے دین کو بدل دیا (اور قطعی نصوص اور قرآن وحدیث کے مقابلہ میں قیاس کو ترجیح دینے کا اصول اپنایا ہے)

امام اعظم ابوحنیفہ نے نہایت احترام اور ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے عرض کیا۔

حضرت! آپ تشریف رکھیں تاکہ اصل واقعہ اور صحیح صورت حال آپ کی خدمت میں پیش کرسکوں

چنانچہ امام باقر تشریف فرما ہوگئے تو امام ابوحنیفہ شاگردوں کی طرح ان کے سامنے دوزانو بیٹھ کر عرض کرنے لگے کہ حضرت! یہ بتلائیے کہ عورت کمزور ہے یا مرد؟ امام باقر نے کہا عورت۔

پھر امام صاحب نے کہا، اور یہ بتلائیے کہ عورت کا حصہ کتنا ہے اور مرد کا؟

امام باقر نے فرمایا۔ مرد کے دو حصے ہیں اور عورت کا ایک حصہ۔

تب امام ابوحنیفہ نے بڑے اطمینان اور پُر اعتماد لہجے میں فرمایا۔ حضرت! اگر میں قیاس سے کام لیتا، جیسا کہ آپ تک غلط روایات پہنچی ہیں تو عورت کے ضعیف ہونے کے پیش نظر اس کے دو حصے مقرر کرتا، اس کے بعد امام ابوحنیفہ نے دریافت فرمایا۔ حضرت! یہ بتلائیے کہ نماز افضل ہے یا روزہ؟ امام باقر نے جواب دیا کہ نماز افضل ہے۔ تب امام ابوحنیفہ نے فرمایا۔ حضرت! اگر میں قیاس سے کام لیتا تو عورت سے ایام حیض کی نمازوں کی قضا ادا کرواتا اور روزے کی قضا نہ ادا کراتا کیونکہ نماز روزہ سے افضل ہے۔ پھر دریافت کیا کہ حضرت! یہ بتلائیے کہ منی کا نطفہ زیادہ نجس ہے یا پیشاب؟ امام باقر نے جواب دیا۔ پیشاب، تو امام ابوحنیفہ نے فرمایا۔ اگر میں قیاس سے کام لیتا تو پیشاب سے غسل کو واجب قرار دیتا اور منی کے نطفہ سے صرف وضو کو فرض

[1] عقود الجمان ص ۳۶۳

قرار دیتا مگر ایسا نہیں کرتا ہوں۔

تب امام باقر نے امام ابوحنیفہ کی زبردست تحسین کی اور امام صاحب کی پیشانی کو بوسہ دیا [1]

ابوحنیفہ سے علم حاصل کر کے اس پر عمل کرو کر وہ اچھے آدمی ہیں

مسدد بن عبدالرحمان البصری سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ مجھے رکن اور مقام کے درمیان نیند آئی۔ دیکھتا ہوں کہ خواب میں میرے پاس ایک بزرگ شخصیت آئی اور کہا تو اس جگہ سوتا ہے۔ یہ تو وہ مقام ہے جس جگہ اللہ سے جو دعا کی جائے وہ ضرور قبول ہوتی ہے، چنانچہ میں نیند سے بیدار ہوا اور سنبھلا اور بڑی جلدی اور اہتمام سے مسلمانوں اور مومنوں کی مغفرت کے لئے دعا کرنے لگا، میں ابھی مصروفِ دعا تھا کہ مجھ پر نیند کا غلبہ ہوا اور میں سو گیا۔ اب کے بار خواب میں جناب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت وملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ : آپ اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو کوفہ میں رہتا ہے اور اس کا نام نعمان ہے۔ کیا میں اس سے علم حاصل کروں۔

"حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ! ہاں۔ اس سے علم حاصل کر اور اس پر عمل کر کہ وہ اچھا آدمی ہے۔"

میں نیند سے بیدار ہوا کہ صبح کی اذان ہو گئی، اور خدا کی قسم ! اس سے قبل میں ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کو سب لوگوں سے برا آدمی سمجھتا تھا لیکن اب میں اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتا ہوں کہ یہ کوتاہی مجھ سے سرزد ہوئی۔ [2]

امام ابوحنیفہ رح، تاجدار نبوت کی گود میں

جناب شیخ بوعلی بیان کرتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضرت بلال رض کی قبر کے قریب سویا ہوا تھا تو میں نے خواب [3] میں دیکھا کہ میں گویا مکہ معظمہ میں ہوں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم باب ابن شیبہ سے ایک معمر شخص کو اپنی آغوش مبارک میں لئے ہوئے تشریف لائے

---

[1] مناقب موفق ج۱ ص۱۶۵ و عقود الجمان ص۲۷۹

[2] مناقب موفق ج۲ ص۲۰۵، والخیرات الحسان ص۶۵

[3] تذکرۃ الاولیاء۔ اس سلسلے میں یہ بات ملحوظ رہے کہ خواب سے نہ تو کوئی حکم ثابت ہوتا ہے اور نہ ہی اس پر کسی شرعی حکم کا مدار ہے، وجہ یہ ہے کہ بحالت نیند انسان تحمل اور ضبط کے وصف کمال سے محروم ہوتا ہے، جبکہ روایت اور سند حدیث کے لئے یہ بنیادی شرط ہے، تاہم فضیلت وعظمت اور کسی شخص کی بزرگی وفضائل کے لئے اس کے بیان میں کوئی مضائقہ نہیں بلکہ بمقتضائے حدیث ومعمولِ رسول کے پسندیدہ

میں حیرت زدہ اور سراپا استفہام ہوگیا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے میری حیرت واستعجاب اور ارادۂ استفسار سمجھتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

"یہ مسلمانوں کا امام اور تمہارے ملک کا باشندہ ابوحنیفہ ہے۔"

بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ

۵ اور مجوب ہے کہ رویائے صالحہ نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

من رآنی فی المنام فقد رأنی — جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے مجھے ہی دیکھا

فان الشیطان لا یتمثل بی — اس لئے کہ شیطان میری صورت میں نہیں آسکتا۔

(بخاری ومسلم باب رویائے صالحہ)

لہذا ہما[illegible]ے نقل کردہ خواب محض عقیدت نہیں بلکہ حدیث کے پیش نظر وہ عین شریعت ہیں۔ علامہ [illegible] لکھتے ہیں کہ

فما قالہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی نومہ ویقظتہ فھو حق — حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب یا بیداری میں جو کچھ بھی فرمایا، وہی حق ہے۔

(اوشحۃ الجید)

از ص ۳۱

یہ بھی یاد رہے کہ روایت بالمعنی کا یہ اختلاف اکثر علماء کے یہاں نظریاتی ہے قرن اول میں بھی روایت بالمعنی اسی دائرہ میں ہوتی رہی ہے جسے مفر نہیں کہا جا سکتا اسلئے اس بحث کو از سرنو چھیڑنا فضول ہے جبکہ زمانہ بھی لد چکا ہے اور امت نے ان صحیح کتابوں کی صحت کے ساتھ ذکر کردہ حدیثوں کی صحت پر بھی اجماع کر لیا ہے تو پھر دلوں میں شکوک پیدا ہونے کی کوئی گنجائش بھی نہیں رہ جاتی جبکہ یہ حدیثیں انتہائی محفوظ طریقوں سے امت کے سب سے بہترین گروہ صحابہ اور تابعین کے ہاتھوں ہم تک پہنچی ہے تو کیا شک وشبہ کی ادنیٰ سی گنجائش بھی رہ جائے گی۔

داعی کبیر مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

احترام انسانیت اور آدمیت کی ضرورت

اگر اس ملک میں تشدد جاری رہا تو یہ تباہ ہو جائیگا۔ ملک اس کشتی کے مثل ہے جس میں ہم سب سوار ہیں۔ آج ہم میں سے ہر شخص اپنے مفاد کے لئے اس کے پیندے میں سوراخ کر رہا ہے لیکن یہ کشتی ڈوبے گی تو نہ آپ بچیں گے نہ ہم، اس لئے اپنے اس ملک کو سنبھالنے کی ذمہ داری ہم سب قبول کریں۔ میں اس موقع پر اپنے دل کی بے پناہ خوشی کو چھپا نہیں سکتا جو ایک مختصر اطلاع پر آپ ہماری باتیں سننے کے لئے یہاں اکٹھے ہوئے ہیں، اس سے اطمینان ہوتا ہے کہ انسانیت ابھی زندہ ہے، ایسا نہیں ہے کہ کوئی بات جو خلوص کے ساتھ کہی جائے اور انسانیت کے ناطے دعوت دی جائے تو اسے سننے والے نہ ملیں، لہٰذا ہمارے لئے مایوسی کی کوئی بات نہیں ہے، جیسا کہ ہمیں یاد ہے ایک بار ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب نے دہلی میں جبکہ چھرے چل رہے تھے، ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے ٹیگور کا یہ جملہ نقل کیا تھا کہ جب کوئی نیا بچہ جنم لیتا ہے تو گو وہ اس بات کا اعلان کرتا ہوا آتا ہے کہ خدا ابھی اپنے بندوں سے مایوس نہیں ہوا ہے۔ آپ سوچیں کہ اگر کسی جگہ پر یہ معلوم ہو جائے کہ وہاں سانپ چیتے، انسانوں کو چیرنے پھاڑنے میں مصروف ہیں، قاتل اور ڈاکو لوٹ مار کر رہے ہیں تو کیا کوئی شخص اپنے کسی عزیز کو وہاں بھیجنے کے لئے تیار ہوگا؟ لیکن خدا آج بھی نئے معصوم بچوں کو دنیا میں بھیج رہا ہے تو یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ ابھی اپنی اس دنیا سے مایوس نہیں ہوا ہے، الب ہمارا رویہ بتاتا ہے کہ کبھی کبھی ہم آج کے حالات سے مایوس ضرور ہو جاتے ہیں۔

آج سائنس و ٹیکنالوجی اور علم و دانش کے میدان میں انسان بڑے بڑے کارنامے انجام دے رہا ہے، اس کا دارومدار اس امید پر ہے کہ ابھی اس دنیا کو اور انسانوں کو باقی رہنا ہے لیکن جس دن انسان انسان سے مایوس ہو جائیگا، یہ مہذب اور ترقی یافتہ شہر انسانوں کی بستی نہیں، وحشت ناک جنگل ہو جائیں گے۔

جو لوگ دوسروں کی خوشی اور غم میں شریک نہیں ہوتے، اسے محسوس نہیں کرتے، وہ آدمی نہیں پتھر کہے جانے کے مستحق ہیں، میں تاریخ کا طالب علم ہوں، دنیا کے اگلے پچھلے واقعات سے نتائج نکالتا ہوں

آج کی سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ ملک کی فضا معتدل اور نارمل ہو۔

انسانوں کے دو گھر ہوتے ہیں ایک اس کا چھوٹا گھر ہوتا ہے، وہ محل ہو یا جھونپڑا، اور ایک اس کا بڑا گھر ہوتا ہے جو اس کا ملک ہے، انسان کی قسمت ان دونوں گھروں سے وابستہ ہے لیکن افسوس کہ ہم اس بڑے گھر کو گھر نہیں سمجھتے، اگر اس بڑے گھر میں انس رغبت اور اتحاد نہیں تو چاہے ہم اپنے چھوٹے گھر کو لوہے کا پنجرہ نہ بنالیں، اس کے گرد فصیلیں کیوں نہ کھڑی کریں وہ محفوظ نہیں رہ سکتا۔ چھوٹے گھر میں زندگی کا حقیقی مزہ چکھنا چاہتے ہیں تو اس بڑے گھر کے ماحول کو پرسکون اور خوشگوار بنانا ہوگا۔ میں اس موقع پر خدا کے پیغمبروں کا نام بے تکلف لونگا جو کبھی اپنا چھوٹا گھر نہیں دیکھتے بلکہ پوری انسانیت کو اپنا گھر اور کنبہ سمجھتے تھے، میں نے ناگپور میں ایک پریس کانفرنس میں کہا تھا کہ کسی ملک کے لئے یہ بڑے شرم کی بات ہے کہ لوگ اپنے بچوں کو دیکھ کر بجائے خوش ہونے کے فکر میں ڈوب جائیں اور سوچیں کہ کل ان کا کیا ہوگا ؟ کہیں ایسا تو نہیں ہوگا کہ اچانک پاگل پن کا کوئی طوفان اٹھے، ان "معصوم" بچوں کو کچل کر اور جلا کر چلا جائے جب سے انسانی تہذیب اور تاریخ کا پتہ چلا ہے، ہر زمانہ میں بچوں کی معصومیت کا احترام ہوتا رہا ہے اور ان کے ساتھ انسان پیار کے جذبات کا اظہار کرتا آیا ہے چاہے وہ اپنا بچہ ہو یا دوسروں کا۔ دنیا میں وحشت وجہالت کے تاریک دور گذرے ہیں، ان میں بچوں اور عورتوں پر ہاتھ نہیں اٹھایا گیا، کیونکہ وہ کمزور ہیں اور اپنا دفاع نہیں کرسکتے لیکن آج ہمارے سماج میں اس کو بھی جائز کرلیا گیا، اس میں ہندو مسلمان کا فرق نہیں، جس طرح ہماریاں مذہب اور پر فرقے کو نہیں دیکھتیں اسی طرح اگر مسلمان برائی کرتا ہے تو بھی قابل مذمت ہے، اس لئے ہم سب کا فرض ہے کہ ہم اس مہاپاپ سے لوگوں کو روکیں، ایک دوسرے پر بھروسہ کریں۔ اللہ تعالیٰ کی یہ دولت ہے کہ انسان ایک دوسرے پر بھروسہ کرتا ہے، جس دن یہ بھروسہ ختم ہو جائیگا، اس دن سب کچھ ختم ہو جائیگا۔ بھروسہ اس طرح ہو کہ ایک مسلمان محلہ میں کسی ہندو کو چھوڑ دیا جائے اور اسطرح ایک ہندو محلہ میں ایک مسلمان کو چھوڑ دیا جائے تو اس کو محفوظ تصور کرلیا جائے۔ پھر تجربات پر مجبوراً اس کو برا سمجھ لیا جائے اور اصل یہی ہے کہ انسان کے ساتھ حسن ظن سے کام لیا جائے، اس کے متعلق اچھا خیال کیا جائے لیکن ہمارے موجودہ سماج میں سیاست کی راہ سے بدگمانی پیدا کی گئی ہے، آپ نے اپنے ووٹروں سے وعدہ کرلیا اور پورا نہیں کیا اور بار بار وعدے کے باوجود جب ایفا نہیں کریں گے تو یہ خیال کرلیا جائیگا کہ سیاستدان ایسے ہی ہوتے ہیں۔

دوستو! ہمیں انسان کی، اخلاق کی اور بھلمنساہٹ کی ضرورت ہے، آدمیت کی ضرورت ہے، ہم آپ کے دلوں پر دستک دے رہے ہیں کہ خدا کے لئے اٹھیئے اور ملک کو تباہی و بربادی سے بچانے کی کوشش کیجئے ورنہ ہم اور آپ دونوں تباہ ہو جائیں گے، اس ملک کا نام اونچا کرکے ہمیں اپنی زندگی کا استحقاق ثابت کرنا ہے ٭ ٭

حکومت پاکستان

دفتر چیف کنٹرولر امپورٹس اینڈ ایکسپورٹس اسلام آباد

(امپورٹ ٹریڈ کنٹرول)

پبلک نوٹس

عنوان : بنگلہ دیش ٹریڈنگ کارپوریشن کے ساتھ ٹی ٹی اے (STA) کی درآمد

نمبر ۲۰/۸۷/امپورٹ-۱۔ درآمد کنندگان کی اطلاع کے لئے مشتہر کیا جاتا ہے کہ ٹی سی پی/ ٹی سی بی/ ایس ٹی اے امپورٹ پالیسی آرڈر ۱۹۸۵ء کے تحت چائے کی درآمد اور فوری استعمال کے لئے فنڈز دستیاب ہیں۔ ۹۰-۱۹۸۹ء تک توسیع/ترمیم شدہ چائے کے ریگولر درآمد کنندہ اور نئے لوگ بھی درخواستیں دینے کے اہل ہیں۔

۲- خواہشمند درآمد کنندگان کو ہدایت کی جاتی ہے کہ دہ تجوزہ پر دفارما کے ہمراہ سادہ کاغذ پر اپنی درخواستیں بشمول بنک پے آرڈر داخل کریں اور اپنے مقررہ بنک کے ذریعے درآمدی لائسنس فیس معہ چار فی صد مطلوبہ درآمدی لائسنس فیس متعلقہ لائسنسنگ کاونٹر پر ۸/۱۰/۸۷ سے قبل داخل کریں۔

(۱) درآمد کنندہ کا نام اور پتہ (۲) رجسٹریشن نمبر (۳) امپورٹر کا سٹیٹس (۴) (+ i) اگر ریگولر ہو (ماضی کی تخمینہ درآمد کا ذکر کریں) + ii) نئے لوگوں کیلئے = + (سکور آؤٹ انٹری جو لاگو نہیں) (۴) اپلائی کئے گئے کام کی مالیت = روپے ـــــ

(۵) پے آرڈر کی ویلیو نمبر اور تاریخ : نمبر ـــــ تاریخ ـــــ روپے ـــــ

تمام لیٹرز آف کریڈٹ بذریعہ نیشنل بنک آف پاکستان کھولے جائینگے ۔ لیٹر آف کریڈٹ کھولتے وقت درآمد کنندہ کو نیشنل بنک آف پاکستان میں لائسنس فیس ویلیو ایک فی صد مالیت کے مساوی رقم بطور ٹی سی پی سروس چارجز ادا کرنا ہوں گے۔ لائسنسوں کی توثیق درج ذیل کے تحت ہو گی ۔ ٹی سی پی۔ ٹی سی بی/ ایس ٹی اے فارن ایکسچینج ریمی ٹینس کے لئے نافذ العمل نہ ہو گا

اگر درخواستیں زائد رقم کے ہوں یا مجموعی رقم جس کے لئے درخواست دی گئی ہے مطلوبہ فنڈز سے زیادہ ہو گی تو اس صورت میں چیف کنٹرولر امپورٹس ایکسپورٹس لائسنس جاری کرنے کی بنیاد کا مناسب تعین کرے گی۔

ایم جلال الدین خان ڈپٹی کنٹرولر
برائے چیف کنٹرولر امپورٹس اینڈ ایکسپورٹس

PID (i) 1179/12.

افادات شیخ الحدیث مولانا عبدالرؤف صاحب

ضبط و تحریر: سید نصیب علی شاہ حقانی

شیخ الاسلام

حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رح

کچھ یادیں، کچھ تذکرے

اکابر علماء دیوبند کے مستند احوال کے لئے تو ان اکابر کے احباب و تلامذہ کو معتمد تسلیم کیا جاتا ہے۔ پاکستان میں تو اب ایسے شخصیات کو انگلیوں سے گنا جاتا ہے اور اب تو صرف چند اکابر ہی باقی ہیں جن میں صوبہ سرحد کی مشہور علمی شخصیت شیخ الحدیث مولانا عبدالرؤف مدظلہ العالی ہیں جو یہاں جامعہ علوم اسلامیہ زرگری میں شیخ الحدیث ہیں۔ انہوں نے اکابرین دیوبند کو بہت قریب سے دیکھا پرکھا، ان سے شرف تلمذ حاصل کیا اور متحدہ ہندوستان کے مختلف دینی و سیاسی تحاریک میں شامل رہے۔

حسب معمول میرے شوق اور مطالبہ پر آج انہوں نے ایک دعوت میں حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رح کے دسترخوان کا ذکر کیا۔ فرمایا کہ حضرت مدنی بڑے مہمان نواز اور فیاض شخصیت تھے مہمانوں کی تواضع اعلیٰ قسم کے عربی اور ہندی کھانوں سے کرتے اور پورے ہندوستان کے اکابر کے ہاں ان کا دسترخوان مسلّم تھا۔ فرمایا کہ دارالعلوم سے فراغت کے بعد میں رُوڑکی ضلع سہارنپور میں مدرس تھا اور حضرت مدنی کی زیارت کے لئے اکثر دیوبند آیا کرتا تھا۔ ایک دفعہ حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رح اور مولانا فخرالدین مرادآبادی اور تیسری شخصیت غالباً مولانا محمد الیاس رح تھے، حضرت مدنی رح کے مہمان تھے۔ حضرت ان کے لئے ایک بڑی رکیبی میں ثرید لائے جس میں گوشت کے ٹکڑے بھی خلط کئے تھے۔ بہت لذیذ ثرید تھا جو ابھی تک دیکھنے میں نہیں آیا۔ ثرید کھانے کے بعد ایک دوسری رکیبی میں جلیبیاں لائی گئیں جو گرم دودھ میں ڈالی گئی تھیں، میں بھی کھانے والوں میں شامل تھا۔ ان اکابر نے ایک ہی رکیبی سے اکٹھا کھایا اور دعوت کے کھانے میں طریقہ سنّت کا ہر لحظہ اہتمام رکھا۔

فرمایا کہ ایک دفعہ میں حضرت شیخ الاسلام کی خدمت میں حاضر تھا اور حضرت مولانا محمد الیاس رح مہمان تھے، کھانا لایا گیا تو ہم تینوں دسترخوان پر بیٹھ گئے۔ حضرت مدنی کا طریقہ یہ تھا

کہ ایک رومال میں چپاتیوں کو باندھ کر لاتے اور دسترخوان پر اپنے پاس رکھتے اور اس سے ایک ایک چپاتی ہر مہمان کے سامنے رکھتے اور جب وہ کھاتے تو دوسری ڈالتے تاکہ روٹی گرم ہو۔ وہ گرم چپاتی بڑی لذیذ ہوتی اس لئے اگر کسی مہمان کے ہاں پہلی چپاتی کا کچھ حصہ رہ جاتا تو وہ اسے چھوڑ کر دوسری چپاتی کھانا شروع کرتے اور یہ ٹکڑے اور بقیہ شوربا حضرت مدنی گھر لے جاتے اور گھر والے کھاتے جبکہ اکثر ہندوستانی ایک دوسرے کا استعمال شدہ سالن اور بقیہ ٹکڑے بالکل نہیں کھاتے، مگر حضرت کے گھر والے اس کو شفا سمجھ کر شوق سے کھا لیتے تھے۔ حسب عادت جب حضرت مدنی نے دوسری چپاتی میرے سامنے رکھی، تو پہلی کا کچھ حصہ حضرت مولانا محمد الیاس اور بندہ کے ہاتھ میں باقی تھا۔ میں نے پہلی کا ٹکڑا رکھ لیا اور تازہ چپاتی میں شروع کی تو حضرت مولانا محمد الیاس رح کو یہ بات ناگوار گزری، فوراً ٹوکا اور کہا کہ پہلی والی کو ختم کرو، پھر دوسرے میں شروع کرو، حضرت مدنی رح نے فوراً مولانا محمد الیاس کو مسکرا کر ٹوکا کہ آپ کو میرے دسترخوان پر ٹوکنے کا کیا حق حاصل ہے۔

فرمایا کہ حضرت مدنی کی ایک خادمہ اور اس کی بیوی کھانا تیار کرتے تھے اور خود حضرت سالن اور فیرنی وغیرہ پکانے میں مدد کرتے، جب بھی مہمان آتے، انتہائی عجلت کے ساتھ مختلف اشیاء تیار ہو کر حاضر کرتے۔

فرمایا کہ شیخ الاسلام کے خلف الرشید مولانا سید اسعد مدنی بھی اپنے والد کی طرح بڑے فیاض اور مہمان نواز ہیں اور عادات و اطوار میں حضرت شیخ الاسلام کی صحیح تصویر ہیں۔

فرمایا کہ شیخ الاسلام کے شاگرد طلبہ کو بھی اپنے استاد کے ہاں اکثر کھانا کھاتے دیکھا گیا اور حضرت شیخ بھی ان کے ہمراہ بیٹھ کر کھاتے۔ کھانے کے بعد ثرید سے جو شوربا بچ جاتا، جو کہ استعمال شدہ ہوتا تھا، اس کا پہلے حضرت مدنی ایک گھونٹ پیتے تھے اور پھر نمبروار تبرکاً ہر ایک طالب علم ایک ایک گھونٹ لے لیتا جبکہ عموماً یہ ہندوستانی طبیعت کے خلاف ہے۔

فرمایا کہ میں جب روڑکی میں مدرس تھا تو وہاں سے حضرت شیخ الاسلام کی ملاقات کے لئے دیوبند آیا۔ حضرت کے مکان پر مہمانوں کی خدمت کے لئے جناب قاری اصغر علی صاحب مامور تھے۔ قاری صاحب نے بتایا کہ حضرت مدنی مصر سے آئے ہوئے مہمانوں کے ہاں گئے ہوئے ہیں اور وہاں شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب مدظلہٗ اکوڑہ خٹک والے کے ہاں ان کی دعوت ہے، جبکہ مجھے بھی بلایا ہے اس لئے مجھے خدمت پر مامور کر کے قاری صاحب چلے گئے۔ اس وقت مولانا محمد یوسف بنوری اور مولانا احمد رضا بجنوری ہدایۃ کے ذیل چھپوانے کے لئے مصر سے ہو آئے تھے اور یہ ان کے اعزاز

میں ضیافت تھی۔ مولانا عبدالحق صاحب کو جب علم ہوا تو فوراً آکر مجھے بھی شریک ہونے کو کہا، میں نے جواباً کہاکہ مجھے تو حالاً قاری اصغر علی صاحب نے حضرت مدنی کے مہمانوں کی خدمت پر مامور کیا ہے لہٰذا معذور ہوں۔ وہاں دعوت پر حضرت مدنی کو معلوم ہوا کہ عبدالرؤف بھی آئے ہوئے ہیں اس لئے ایک طالب علم کو بھیجا اور اس کے بعد ایک دوسرا طالب علم بھی بھیجا کہ حسین احمد کہتا ہے کہ جلدی آجاؤ چنانچہ وہاں خدمت پر ایک طالب علم کو مامور کرکے شریک دعوت ہوا۔ دارالعلوم دیوبند میں مولانا عبدالحق صاحب ایسے موقعوں سے خوب فائدہ اٹھاتے تھے جس کی وجہ سے وہ ہندوستان میں بھی ہر دلعزیز تھے اور اب پاکستان میں تو ہیں ہر دلعزیز۔

فرمایا کہ ایک دفعہ روڑکی انجینئرنگ کالج میں کوئی جلسہ تھا جس میں وزراء ہند شریک تھے جبکہ حضرت مدنی کو بھی مدعو کیا گیا تھا۔ میں روڑکی میں مدرس تھا۔ جب معلوم ہوا تو حضرت کے ملاقات کے لئے کالج گیا اور درخواست کی کہ کھانا میرے ہاں کھالیں۔ حضرت نے معذرت ظاہر کی لیکن میرے شدید اصرار پر ظہر کی چائے میرے ہاں پینا منظور کیا۔ حضرت حسب وعدہ ہمارے مدرسہ پہنچے چونکہ روڑکی کے تربوز بڑے مشہور تھے لہٰذا میں نے انہیں لذیذ تربوز کھلائے۔ دروازہ پر میں نے کہاکہ حضرت چائے تو پی لیں لیکن حضرت نے جانے پر اصرار کیا۔ میں نے کہاکہ حضرت پاکستان کی سبز چائے تحفہ میں آئی ہے لہٰذا سبز چائے پلا دوں جبکہ اس وقت ہندوستان میں سبز چائے ناپید تھی۔ یہ سنکر حضرت بمعہ رفقاء واپس آئے اور کہاکہ آؤ پاکستان شریف کی سبز چائے پی لیں اور جب پیتے تھے تو بار بار فرماتے تھے کہ یہ پاکستان شریف کی چائے ہے اور پاکستان کے ساتھ ان کی زبان سے شریف کا لفظ بہت اچھا لگتا تھا۔

بندہ نے حضرت مولانا عبدالرؤف سے پوچھا کہ حضرت مدنی تو قیام پاکستان کے سخت مخالف تھے تو شریف کا لفظ کیوں استعمال کرتے تھے۔ فرمانے لگے کہ واقعی حضرت مدنی قیام پاکستان کے مخالف تھے لیکن جب پاکستان بن گیا تو فرماتے کہ ہندوستانی مسلمانوں کی خیر اس میں ہے کہ اب پاکستان مضبوط ہو اگر پاکستان مضبوط ہو تو ہندوستان کے مسلمان بھی امن سے رہیں گے۔ اگر پاکستان کمزور ہو تو ہندوستان کے مسلمان بھی آرام اور امن سے نہیں ہونگے اور یہی وجہ ہے کہ جب پاکستان بنا تو حضرت مدنی کے دل میں پاکستان کا احترام ایک مسلم لیگی لیڈر سے زیادہ رہا۔ فرمایا کہ حضرت مدنی سے میں نے خود سنا کہ پاکستان کی مثال مسجد جیسی ہے جس کے بنانے کی تجویز میں رائے کا اختلاف تو ہوسکتا ہے اور جب مسجد بن جائے تو اس کی حفاظت سب پر لازم ہے۔

حضرت شیخ الحدیث مدظلہ العالی نے فرمایا کہ مولانا مفتی محمود مرحوم میرے بعد فارغ ہوئے

باقی ص ۵۲ پر

AND IT'S ·SANFORIZED·
REGD. LTD. MK.

- BLENDED FABRICS
- CREASE RESISTANT
- WASH-N-WEAR
- MERCERISED

makers of the finest poplins

STM-1/79

Ci Crescent Communications International

رپورٹ
قاری محمد حکیم
مولوی حبیب اللہ

جہاد افغانستان
اور
دارالعلوم حقانیہ

جب سے جہاد افغانستان شروع ہوا ہے، تب سے دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء اور طلبہ ہراول دستے کے طور پر عملاً جہاد افغانستان میں شریک رہے ہیں دارالعلوم کے قواعد میں بھی مجاہد طلبہ سے خصوصی رعایت برتی جاتی ہے یہاں کے اکابر مشائخ اور اساتذہ بھی خصوصی شفقت اور رہنمائی کرتے ہیں، حالیہ عید الاضحیٰ کے تعطیلات میں اور اس سے قبل سالانہ تعطیلات میں دارالعلوم کے طلباء کی بعض جماعتوں نے جہاد میں شرکت کی غیرت وحمیت کی سرزمین افغانستان کے معرکۂ کارزار سے واپس آنے والے بعض طلبہ سے احقر نے ان کی مادری زبان پشتو اور فارسی میں رپورٹیں حاصل کیں ذیل میں اردو زبان میں مرتب کر کے پیش خدمت ہیں۔

محمد طاہر فاروقی

سنہ ۱۴۰۷ء کی عیدالاضحیٰ کی تعطیلات قریب آرہی تھیں، ہم نے کوشش کی اور حضرت شیخ الحدیث مدظلہ سے مشورہ کیا کہ طلباء تعطیلات میں گھروں کو جانے کی بجائے سنگر (محاذ جنگ کا نام ہے) کے جہاد میں شریک ہو جائیں۔ دارالعلوم کے اساتذہ اور طلبہ کی باہمی مشاورت کے بعد ہماری جماعت نے جہاد میں شریک ہونے کا باقاعدہ فیصلہ کر لیا، چنانچہ روانگی سے قبل ہم لوگ حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہ عصر کا وقت تھا۔ دارالعلوم کے دوسرے اساتذہ کے علاوہ مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب بھی وہاں تشریف فرما تھے۔ انہوں نے ہمیں دیکھا تو فوراً حضرت شیخ الحدیث مدظلہ سے ہماری جماعت

کا تعارف کرایا اور جہاد پر روانگی کے عزم سے انہیں آگاہ فرمایا حضرت شیخ نے حقانی صاحب کی باتیں بڑی توجہ سے سنی اور ہماری زبردست ہمت افزائی کی ڈھیروں دعاؤں سے نوازا چنانچہ آپ کی توجہ اور پرخلوص دعاؤں اور بڑی کشادہ دلی سے چھٹی واجازت مرحمت فرمانے کے بعد ہم لوگ سفر جہاد پر روانہ ہوگئے۔ ہماری جماعت کے رفقاء کی تعداد ۱۳ تھی، ہر ایک ساتھی سودائے عشق سر میں سمائے بڑی خوشی اور مسرت سے آگے بڑھ رہا تھا۔ میدانِ کارزار میں پہنچنے کے لئے ہر ایک بے تاب تھا کہ رزمک کے مقام استاد محترم فضیلۃ الشیخ حضرت مولانا مفتی محمد فرید صاحب سے بھی ملاقات ہوگئی اور ان کی دعائیں حاصل کیں۔ رزمک سے آگے مکین نامی جگہ پر مسعود وزیر دو قبیلوں کے آپس میں جھگڑے اور فساد کی وجہ سے راستہ بند تھا، چنانچہ مسلح افراد نے ہماری گاڑی کو روک دیا اور جب ہم نے انہیں سمجھایا کہ ہم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے طلباء ہیں اور حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ، کے تلامذہ ہیں اور ان کے حکم پر تعطیلات میں جہاد کے لئے جا رہے ہیں تو انہوں نے بڑا اکرام کیا، دیدہ و دل نچھاور کئے اور راستہ کھول دیا، تو خیریت کے ساتھ ہم وانا پہنچ گئے، جب وانا سے بھی رخصت ہوکر پاکستان کی آخری بونڈری انگور اڈہ پہنچے وہاں ہمارے مرکز مجاہدین کے رفقاء نے پیسے ہم کو "کوہ از براقی" جو کہ مجاہدین طلبہ کا ایک اہم جہادی مرکز ہے، لائے، وہاں ہمارے اکرام میں ایک جلسہ منعقد کیا گیا جس کے مقررین اکثر دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء تھے اور عجیب حسنِ اتفاق ہے کہ جہاد افغانستان کے دیگر اہم مراکز کی طرح ہمارے اس مرکز کے تمام کمانڈر امیر، خازن وغیرہ ارکانِ عملہ سب دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء ہیں، ہمیں حقانی برادری میں پہنچ کر ایسا معلوم ہوتا ہے جیسا کہ اپنے گھر پہنچ گئے ہیں۔

اس اہم مرکز کے سرپرست مولانا عبدالوارث فاضلِ دارالعلوم حقانیہ ہیں۔ اسی طرح اس کے امیر مولانا نصیب خان ہیں اور مولانا نور محمد صاحب، مولانا صالح الدین بھی اس مرکز کے اہم ارکان ہیں اور احقر محمد حکیم متعلم دارالعلوم حقانیہ شریک دورۂ حدیث اس مرکز کا ناظم ارتباط کشف ہے۔

بہرحال ہماری جماعت مرکز میں پہنچی اور گذشتہ دو مہینے کی کامیابیوں کی روئیداد سن کر بڑے خوش ہوئے لیکن یہ خوشی دیر تک قائم نہ رہ سکی کہ اس موقع پر ہمارے مرکز کے ایک نوجوان مجاہد طالب علم جناب محمد عارف شہید کی شہادت کی اطلاع ملی، شہید محمد عارف، نورالرحمن فاضل دارالعلوم حقانیہ کے چچازاد بھائی ہیں۔ شہید محمد عارف نے صبح سویرے غسل کر کے نئے کپڑے پہن لئے، ساتھیوں نے بتایا کہ ان کے چہرے پر انوار کی روشنی تھی اور اسی روز سودائے عشق اور شوق شہادت کی تمنا میں بولنا وغیرہ کم کردیا تھا، جب وہاں کے ایک مجاہد عبداللہ نے ان کو بہت چھیڑا اور تنگ کر کے

دریافت کیا۔ آج آپ کیوں خاموش ہیں اور باتیں نہیں کرتے ؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ آج میں بہت دلچسپ اور روح افزاء مناظر دیکھ رہا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ خاموش ہو گئے۔ نماز ظہر کا وقت قریب ہوا تو محمد عارف نے وضو بنایا اور دشمن کے ہوائی جہازوں کے گرانے والے مجاہدین کے مورچہ میں پوزیشن سنبھال لی کہ اچانک دشمن کے توپ خانے سے گولہ باری شروع ہوئی۔ محمد عارف اس وقت بارگاہ صمدیت میں سجدہ ریز تھے کہ دشمن کی گولی نے انہیں حقیقتاً قرب خداوندی اور وصال کی دائمی لذتوں سے آشنا کر دیا۔ محمد عارف بڑا خوش نصیب تھا کہ نماز پڑھتے جام شہادت نوش کر لیا۔

مجاہدین نے محمد عارف کو چار روز تک اس کی تازگی اور خندہ جبینی کی وجہ سے زیارت وملاقات کرتے رہے اور بوجہ جہاد کے تدفین کی فرصت نہ مل سکی۔ پانچویں روز موقع ملا تو مجاہدین نے اپنے شہید ساتھی کو اللہ کے سپرد کر دیا۔ لوگ عیدالاضحیٰ کے موقعہ پر گائے بکری کی قربانی کر رہے تھے، محمد عارف نے اپنی قربانی پیش کر دی جس پر قبولیت کے آثار ہویدا تھے۔

عشق کی معراج پنہاں ہے شہادت میں
چھری لاؤ ہمیں بھی اپنی قسمت آزمانے دو

اس کے بعد ہمارے اور روسی نجیب دشمن کے فوجوں کے درمیان جنگ شدت کو پہنچ گئی، روزانہ سو سے زائد میزائل اور دھاوان توپ اور راکٹ لانچروں سے مجاہدین حملے کرتے، چونکہ عیدالاضحیٰ کے دن قریب آ گئے تو مجاہدین نے بھی عید کے دن اپنے دفاع اور روسی دشمن پر بڑے حملے کی تیاریاں کیں، چنانچہ اس منصوبہ کی تکمیل کے لئے جب مجاہدین مورچے تقسیم کر کے ایک دوسرے کو رخصت کرتے تو ایک عجیب سا منظر ہوتا، مسرت اور خوشیاں ہوتیں، مجھے زندگی میں ایسی خوشی کبھی نصیب ہوئی، ہر مجاہد اپنے خیال و تصور عزائم اور شہادت یا فتح مندی کے خوابوں اور حسین تصورات میں مچلا ہوا نظر آتا تھا۔

افغان حکومت نے سرکاری سطح پر عیدالاضحیٰ کا اعلان کر دیا تھا تو مجاہدین نے اس موقع کو غنیمت جانا اور بھرپور حملہ شروع کر دیا، جس کے جواب میں حکومت نے بارہ[12] ٹینک اور پانچ زری پوش اور ہزار ہا فوج اور ہوائی جہاز استعمال کئے۔ بمباری نے ایسی تباہی مچائی کہ درندے بھی سر چھپائے پھرتے تھے۔ مجاہدین نے بڑی ثابت قدمی، اولوالعزمی اور استقلال کا ثبوت دیا، دشمن کو پسپا ہونا پڑا۔ بی بی سی ریڈیو کے مطابق روسی نجیب لشکر میں تین ٹینک اور ایک زرہ پوش اور پچاسی[85] فوجی ہلاک ہو گئے۔ مجاہدین کو بھی کافی نقصان پہنچا۔

اس معرکہ میں جناب مولوی زر کلام خان، فاضل دارالعلوم حقانیہ کے بھتیجے طالب علم

عصام الدین اکیس سال کی عمر میں شہید ہوگئے، عصام الدین شہید کو جب اپنے گھر لایا گیا تو انہوں نے میدانِ کارزار میں جب زخمی ہوئے تھے، ایک پرچہ لکھ لیا تھا جو ان کی جیب میں موجود تھا جس میں یہ الفاظ لکھے تھے۔ میرا نام عصام الدین معصومی ہے، ارمانِ شہادت لئے ہوئے ہوں اور مجھ کو محمد عارف شہید کے قریب دفن کرنا اور مجاہدین خبردار ..... فقط یہ الفاظ ابھی لکھے تھے کہ شہید ہوگئے۔

جناب شہید عصام الدین ایک خوبصورت نوجوان تھے جس کی شادی شہادت سے تقریباً ایک ماہ قبل ہوئی تھی، لیکن عصام الدین شہید عیدالاضحیٰ کی چھٹیوں میں گھر جاتے وقت ارگون میں جنگ شروع ہونے کی اطلاع پاکر گھر جانے کی بجائے مرکز جہاد ارگون تشریف لے گئے اور وہاں سے دار آخرت کا سفر اختیار کرکے شہیدوں کی ایسی بستی میں پہنچ گئے جہاں دوبارہ کسی پر موت نہیں آئے گی۔ اسی طرح ہمارے طلبہ و ساتھیوں میں شاہ علم خان قریشی بھی جام شہادت پی کر دائمی زندگی کی سند حاصل کر گئے۔

اس میدان جنگ میں مولوی گل شریف خان فاضل دارالعلوم حقانیہ کے حقیقی بھائی تیس سال کی عمر میں شہادت کی عظمت سے سرفراز ہوئے۔ مولوی سید اعظم دارالعلوم حقانیہ کے فاضل زلفہ خان کے بھائی ہیں اٹھائیس ۲۸ سال کی عمر میں شہید ہوگئے اور مجاہدین ایک نڈر فوجی کمانڈر سے محروم ہوگئے۔ میرے چچازاد بھائی اوطے خان، جو شجاعت اور دلیری میں ضرب المثل تھے، نے جام شہادت نوش کیا۔ جناب حاجی گلدر خان جو مولوی محمد اسمٰعیل شریک دورۂ حدیث دارالعلوم حقانیہ کے ماموں ہیں شہیدوں کی صف میں باقاعدہ داخل ہوگئے۔ نامور شہید گلدر خان نے جہاد افغانستان کے ابتداء میں ابوظبی کا ویزہ کینسل کرکے ہمیشہ کے لئے جہاد راہ حق میں زندگی بسر کرنے کا فیصلہ کیا تھا، بالآخر عیدالاضحیٰ کے روز اپنی دیرینہ تمنا کی تکمیل کے مرحلۂ سعادت اور مقام شہادت سے سرفراز ہوئے۔

دارالعلوم حقانیہ کے قابل فخر روحانی فرزند اور کامیاب مدرس اور کمانڈر مولانا عبدالوارث شدید زخمی ہوئے جو دارالعلوم کے نامور فضلاء میں سے ہیں، جنہوں نے دارالعلوم حقانیہ سے فارغ ہونے کے بعد مختلف دینی مدارس میں قاضی، حمد اللہ، صدرا، جلالین اور مشکوٰۃ شریف کی تدریس بھی کرتے رہے۔

افغانستان کی تاریخ میں یہ جنگ شدید قرار پائی، مجاہدین ٹینکوں سے ٹکرا گئے، دست بدست گھمسان کا رن پڑا، مجاہدین نے بندوقوں کو لاٹھیوں کے طور پر استعمال کیا۔ بہرحال عیدالاضحیٰ کے ایام تھے مگر شہداء نے حضرت اسمٰعیل علیٰ نبینا و علیہ السلام کی قربانی کی یاد میں حقیقی طور پر اپنے جانوں کو قربان کردیا۔ اس موقعہ پر مجاہدین نے روسی بخیبی حکومت کے کئی ایک طیارے بھی مار گرائے اور تین ٹینکوں کو تباہ کردیا اور ان کے پچاسی ۸۵ فوجیوں کو قتل کرڈالا، ایک فوجی چوکی جو ارگون سے قریب ہے، مجاہدین کے میزائل

کا نشانہ بنے اور جنگ سے قبل آٹھ فوجی، مجاہدین کے سامنے تسلیم ہوئے۔

۲۸ راگست ۱۹۸۷ء کو واپسی ہوئی، حضرت اقدس شیخ الحدیث مدظلہ سے جہاد افغانستان کی رپورٹ بیان کی، حضرت مدظلہ نے ڈھیروں دعاؤں سے نوازا، شہیدوں کے لئے طلباء اور اساتذہ کے ایصال ثواب اور رفع درجات کی دعا کی تاکید فرمائی، اپنی محبت بھری گفتگو اور شفقت سے ہمارے حوصلے بڑھائے۔

صوبہ ننگرہار سے ہمارے ایک مجاہد طالب علم حبیب اللہ عرف امام رش؟، جو دارالعلوم حقانیہ میں زیر تعلیم ہیں، دارالعلوم کی سالانہ چھٹیوں میں افغانستان کے جہاد میں شرکت کی اور اب انہوں نے مندرجہ ذیل رپورٹ بیان کی۔

مجاہدین نے اتفاق اور ثابت قدمی کے ساتھ جلال آباد کے ایئر پورٹ پر یکم اپریل ۱۹۸۷ء کو B.M-12 "76" میزائل سے دشمنوں پر بہادرانہ حملہ کیا، یہ جنگ تقریباً تین گھنٹوں تک جاری رہی، اس جنگ میں ہم نے ان کے دو جیٹ طیارے، چار ہیلی کاپٹر اور چار عدد ٹینک، چند توپیں تباہ اور پینتیس روسی فوجیوں کو ہلاک کردیا، اسی روز ہمارے مجاہدین نے روسی فوجیوں کے رہائشگاہ پر بھی حملہ کردیا، جن میں تقریباً تین ہزار کے لگ بھگ افواج سکونت پذیر ہے، مجاہدین نے ان پر بھی قتل و غارت شروع کرکے تین روسی کمانڈر اور پندرہ نوجوان فوجیوں کو ہلاک کردیا اور ان کے دیگر سینکڑوں افراد شدید زخمی ہوگئے، اور مجاہدین نے ان سے بہت سا اسلحہ، مال غنیمت میں حاصل کیا اور بحمداللہ اس موقعہ پر ہمارے کسی فرد کو معمولی نقصان بھی نہیں پہنچا۔

چار اپریل کو پھر ہمارے مجاہدین نے روسیوں کے ایک دوسرے قلعے پر حملہ کردیا، جو جلال آباد کے ایک تحصیل چپرہار میں واقع تھا اور مجاہدین کے شدید حملے سے وہ لوگ بھاگ کھڑے ہوئے اور بحمداللہ ہمیں بہت کچھ مال غنیمت حاصل ہوا، یہ عظیم لڑائی صبح سات بجے سے لیکر رات کے ۱۲ بجے تک جاری رہی، دشمن کے دو ٹینک اور ایک راکٹ لانچر کو جلا دیا گیا، گیارہ روسی افسر اور پندرہ عام فوجی قتل کردیئے گئے اور ہم لوگ خداتعالیٰ کے فضل و کرم سے ۲۱ رمئی کو دارالعلوم حقانیہ خیر و عافیت سے پہنچ گئے، اپنے اساتذہ و مشائخ کو حالات سنائے اور فتح مندیوں سے ہمارے حوصلے اور بلند ہوئے۔

❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖

ایگل
ایک عالمگیر قلم
EAGLE
خوشخط
رواں اور
دیرپا۔
اسٹیل
کے
سفید
اریڈیم ٹپڈ
نب کے
ساتھ
ہر
جگہ
دستیاب
EAGLE
IRIDIUM
آزاد فرینڈز
اینڈ کمپنی (پرائیویٹ) لمیٹڈ
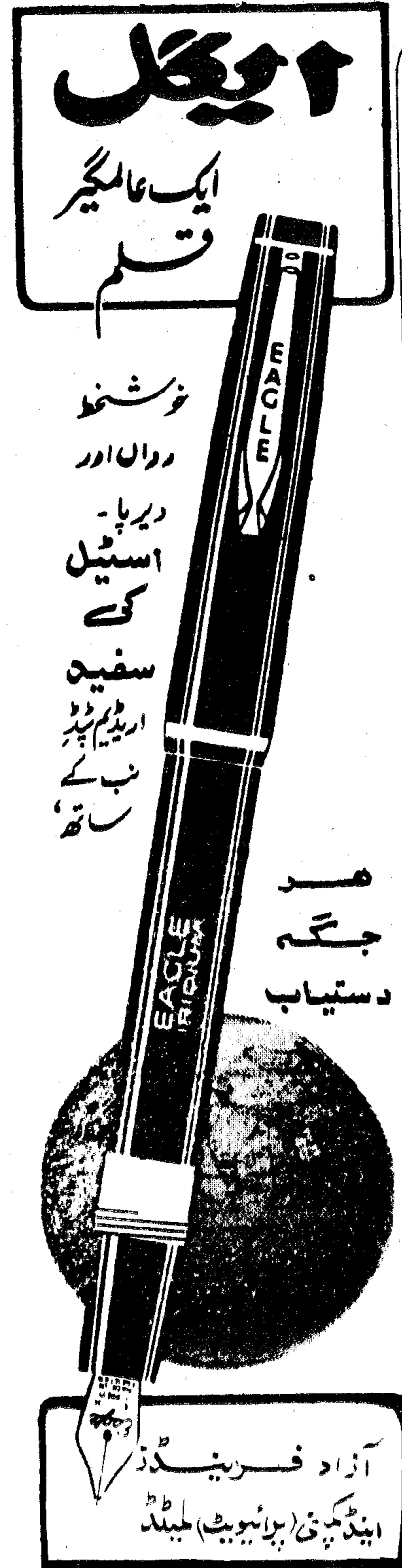
کنول لنن، صنم پاپلین
ہے لیلیٰ پاپلین
کہکشاں پرنٹس
سنگم لوسکی
مایہ ناز پاپلین
کمانڈر پاپلین
پریذیڈنٹ لان
جمال ۳۰۰۰ پاپلین
جمال ۵۰۰۰ لان
۲۔ ڈائمنڈ ٹسر
صنز ٹیلکس پاپلین
پارل کارڈ
سوٹنگ
دلکش
دلنشیں
دلفریب
حسین کے پارچہ جات
حسین کے خوبصورت پارچہ جات
نہ صرف آنکھوں کو بھلے لگتے ہیں
بلکہ آپ کی شخصیت کو بھی
نکھارتے ہیں۔ خواتین ہوں یا
مرد دونوں کے ملبوسات کیلئے
موزوں۔ حسین کے پارچہ جات
شہر کی ہر بڑی دکان پر
دستیاب ہیں۔
HUSEIN
FABRICS
خوش پوشی کے پیش رو
حسین ٹیکسٹائل ملز
حسین انڈسٹریز لمیٹڈ کراچی
کا ایک ڈویژن

SOHRAB
پاکستان کا
نمبر
1
بائیسکل
سہراب

خطاب : شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد فرید مدظلہ

ضبط و ترتیب : اصلاح الدین حقانی

الہام کا کرشمہ

> شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد فرید صاحب مدظلہ نے گذشتہ سال ربیع الاول کے مہینے میں جامع مسجد دارالعلوم میں تبلیغی جماعت کے ایک اجتماع سے خطاب فرمایا تھا۔ افادہ عام کے پیش نظر نذر قارئین ہے۔
> "ادارہ"

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد۔ فقال اللہ تعالیٰ والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا وان اللہ لمع المحسنین۔ (عنکبوت ۶۹)

محترم بزرگو اور عزیز طلبہ !

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کے ایک وعدے کا ذکر ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جو لوگ اسلام کی سربلندی کے لئے جدوجہد کرتے ہیں ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ مناسب وقت پر کامیابی کا مناسب راستہ الہام فرمائے گا اور جو لوگ اسلام کی اشاعت کی کوشش کرتے ہیں۔ دین حق کے غلبہ اور اشاعت کے لئے مجاہدے کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر مناسب طریقوں کا الہام فرمائے گا۔ تمام الٰہی وعدوں کی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ کبھی بلا ریب سچا اور پورا ہونے والا ہے بلکہ اس کی چند مثالیں تو ہمارے سامنے ہیں۔

جمع قرآن کا کارنامہ الہامی تھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضؓ خلیفہ مقرر ہوئے۔ ابتداء ہی میں آپ کو مسیلمہ کذاب سے ٹکر لینی پڑی۔ اس کے ساتھ جنگ میں بے شمار حفاظ اور عظیم علماء شہید ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے صدیق اکبرؓ کو الہام فرمایا کہ قرآن کے الفاظ جمع کر دو تاکہ جنگوں میں قراء اور حفاظ کی شہادت کی وجہ سے جس ضیاع کا خطرہ ہے قرآن کے جمع کرنے سے اس کا مداوا ہو سکے۔ اس کے بعد صدیقؓ نے یہ نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے تو خود قرآن کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے مجھے کیا پڑی ہے کہ قرآن جمع کر دوں بلکہ اس الہامی تدبیر کے ذریعے اس نے قرآن جمع کرنے کا انتظام کیا۔ وہ سمجھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے انا لہ لحافظون اس لئے نہیں کہا ہے کہ حفاظت کے اس وعدے پر اعتماد کرکے تم حفاظت کی اپنی کوششیں

بھی ترک کردو۔ نہ اللہ تعالیٰ کے وعدے کا یہ مطلب تھا کہ تم آرام سے بیٹھو، میں اس کی حفاظت کرونگا۔ بہرحال صدیق اکبرؓ کا یہ اقدام قرآن مجید کی حفاظت کا ایک ذریعہ بنا، لیکن صدیق اکبرؓ نے قرآن کو سات لغات میں جمع کیا تھا، ان میں قریش کی لغت کے علاوہ چھ دوسری لغات بھی تھیں، جن کی اجازت اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوئی تھی، نیز حضرت ابوبکر صدیقؓ کے مجموعہ میں اس کی وضاحت بھی نہ تھی کہ یہ لغت کس کی ہے نیز یہ کہ کونسی آیت محکم ہے کونسی منسوخ التلاوت ہے۔ یہ بات بعد میں فتنہ کا سبب بننے والا تھا کہ ایک لغت والے دوسرے لغت والوں کے قرآن کو قرآن سمجھنے سے انکار کردیں۔ اس موقعہ پر حضرت عثمانؓ کو اللہ تعالیٰ نے الہام فرمایا اور اس نے قرآن کو لغت قریش پر جمع کیا اور مذکورہ خطرے کے سدباب کے سلسلے میں چھ دوسری لغات اور منسوخ التلاوت آیتیں نکال دیں۔ اس طرح اختلافِ امت کا خطرہ ٹل جانے کے ساتھ ساتھ قرآن کی حفاظت کا دوسرا مرحلہ بھی طے ہوا۔

یہاں پر حضرت عثمانؓ نے بھی اس بات کو درخور اعتنا نہیں سمجھا کہ اللہ تعالیٰ نے حفاظت کا ذمہ خود لیا ہے بلکہ یہی سوچا ہے کہ قرآن مجید کی حفاظت اور پیدا ہونے والے فتنوں کے سدباب میں کوشش کرنا بڑی سعادت اور خوش قسمتی کی بات ہے۔

تدوین فقہ الہام کا نتیجہ تھا | نشاط اسلام اور مملکت اسلامی کی وسعت کے ساتھ ساتھ نئے اور پیچیدہ مسائل پیدا ہوئے جن کا حل قرآن و سنت کی عبارت میں تو موجود نہ تھا لیکن اشارۃ النص وغیرھا میں وسعت کی وجہ سے اس کا حل وہاں موجود تھا تو اللہ تعالیٰ نے ائمہ مجتہدین کو ایک طریقہ کا الہام فرمایا کہ وہ قرآن و سنت سے مسائل کا استنباط کریں اور وقت کے ضروری مسائل کا استخراج قرآن و سنت سے کریں۔ امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور ان کے ساتھی استنباط مسائل کے اس اہم کام کیلئے کمربستہ ہوگئے، اس کام کو سرانجام دینے کے لئے سفر و حضر میں تکلیفیں جھیلیں اور درس و تدریس کے ذریعے ہزاروں شاگردوں کو دین سکھایا۔ اشاعت دین کا یہ طریقہ بھی درحقیقت ایک الہامی طریقہ تھا۔

مدارس کا قیام ایک الہامی راستہ | پھر ان کے تلامذہ، علماء اور ان امراء اور وزراء کو جو خود بھی عالم تھے اللہ تعالیٰ نے مدارس کے قیام کا الہام فرمایا۔ ان مدارس کو بادشاہ، وزراء اور اہل حکومت چلاتے تھے، اسطرح تعلیم و تعلم کا سلسلہ کامیابی سے شروع ہوا۔ ظاہر ہے کہ اگرچہ حصول علم بجائے خود فرض عین ہے یا بعض صورتوں میں فرض کفایہ ہے لیکن مدارس کا قیام اور ان کا نظام فرضِ عین ہے نہ فرض کفایہ، بلکہ زیادہ سے زیادہ اسے بدعتِ حسنہ کہہ سکتے ہیں اور اشاعت دین کا ایک الہامی راستہ اسے قرار دیا جا سکتا ہے۔

تبلیغی جماعت الہام کا کرشمہ تقریباً ایک صدی قبل تبلیغِ احکام، وعظ اور اصلاح امت مختلف طریقوں سے جاری تھا حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے اصلاحِ امت کا ایک خاص طریقہ الہام فرمایا واضح رہے کہ اصلاح و تبلیغ فرض ہے لیکن یہ خاص طریقہ نہ تو فرض عین ہے نہ فرض کفایہ۔ الیوم اکملت لکم دینکم کے نزول کے بعد نئے فرائض کی کوئی گنجائش نہیں ہے، صرف مصلحتِ وقت اور ایک بدعت حسنہ کا درجہ اسے دیا جاسکتا ہے نیز یہ بھی یاد رہے کہ یہ جماعت' اسلامی مدارس کی پیداوار ہے۔ مدارس ہی میں اس کی نشوونما ہوئی ہے اس لئے تبلیغی جماعت اسلامی مدارس کا بیٹا ہے، باپ نہیں لیکن اچھا اور کام کا بیٹا ہے وفادار بیٹا ہے اور مقصد کے لحاظ سے بہت کامیاب اور موثر طریقہ ہے مجھے خود تبلیغی حضرات کے اس طریقہ سے کچھ زیادہ واسطہ نہیں پڑا لیکن چونکہ میں بتا چکا ہوں کہ یہ ایک الہامی طریقہ ہے۔ اس لئے اس کے متعدد مناقب اور فضائل ہیں۔ آج میں صرف دس مناقب ذکر کروں گا۔

انابت الی اللہ اس الہامی طریقِ کار کے ذریعے انابت الی اللہ اور توکل علی اللہ پیدا ہوتا ہے۔ ان حضرات کا پہلا سبق لا الٰہ الا اللہ کا ہے اور اس کا مطلب اس جماعت کا ایک عامی بھی یہ بیان کرتا ہے کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کرتا ہے، دوسری مخلوق کچھ نہیں کرسکتی اور انابت الی اللہ بھی درحقیقت یہی ہے کہ دل میں یہ یقین پیدا ہوجائے کہ خدائے ذوالجلال کے ارادے اور اذن کے بغیر کچھ بھی نہیں ہوتا۔ الغرض یہ جماعت توکل اور انابت کی یہ تعلیم دیتی ہے کہ دل سے اسباب نکال کر ایک ہی مسبب پر نظر رکھے جیسے کہ علامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ توکل رفع اسباب کا نام ہے، قلب سے نہ کہ قالب سے۔ ہمارے طلبہ میں یہ بات بہت کم ہوتی ہے جبکہ تبلیغ والوں کو یہ یقین نصیب ہوتا ہے۔ بعض لوگ اس بات میں پیچیدگیاں تلاش کرتے ہیں کہ ہر چیز خدا کیسے کرتا ہے اور کیا نماز، روزہ اور حج وغیرہ بھی خدا کرتا ہے لیکن ان لوگوں کو اتنا علم بھی نہیں کہ دراصل یہ بات کہ ہر چیز خدا کے اذن و ارادہ پر موقوف ہے، قرآنی تعلیمات کا خلاصہ ہے اور تبلیغی حضرات کی مراد بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اذن و ارادہ کے بغیر کچھ بھی نہیں ہوتا۔

اس پر بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ لوگ تو معطلہ ہیں لیکن درحقیقت یہ لوگ معطلہ نہیں بلکہ متوکلہ ہیں اور تعطل اور توکل میں بڑا فرق ہے، معترض لوگ یہ بھی نہیں دیکھتے کہ تبلیغی حضرات دنیا و آخرت دونوں کی کمائی کے اعتبار سے عام لوگوں کی نسبت بدرجہا افضل اور پیش پیش ہیں۔ دنیا میں عموماً مالدار اور آخرت کیلئے زیادہ محنت کرتے ہیں۔ تو نہ معلوم یہ کیسے معطلہ ہیں کہ اس شدت سے عبادات اور ریاضتوں میں محو رہتے ہیں، بہرحال تبلیغی حضرات کو بھی چاہئے کہ وہ اپنے بیان میں ذرا وضاحت سے کام لے کر یہ کہیں کہ ہر کام اللہ تعالیٰ کرتا ہے اس کے ارادہ کے بغیر نہ کوئی کام ہوتا ہے نہ کوئی سبب کارگر ہوتا ہے۔ اس طرح وہ اس مہمل اعتراض سے بھی بچے

رہینگے۔

انقلابی اثر تبلیغی جماعت انسان کے اندر ایک عظیم انقلاب برپا کر لیتی ہے مثلاً اس جماعت میں شامل ہو کر لوگ داڑھی بڑھا دیتے ہیں، نماز پابندی سے بلکہ تہجد تک پڑھنے لگتے ہیں لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ یہ انقلاب تبلیغ کا اثر ہے یا تغریب (جلاوطنی) کا، تو حق یہ ہے کہ یہ خاص اثر تغریب کا ہے کیونکہ وعظ و تبلیغ اور قال اللہ اور قال الرسول تو ہم سب کرتے ہیں لیکن ایسا انقلاب لانے سے محروم ہیں۔ شریعت میں بھی تغریب کی مثال زنا کے سزا کے طور پر موجود ہے یعنی جب غیر شادی شدہ شخص کے لئے زنا کی سزا سو کوڑے مقرر ہے، ساتھ ہی اسے ایک سال کے لئے جلاوطن بھی کیا جا سکتا ہے، تمام ائمہ کا اس پر اتفاق ہے، اتنی بات ضرور ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک یہ تعزیر ہے قاضی اور خلیفہ کے صوابدید پر موقوف اور ان کے اختیار میں ہے اور اکثر ائمہ کے نزدیک یہ بھی حد زنا یعنی شرعی سزا کا جزء ہے۔ اس تغریب کا اثر یہ ہوتا ہے کہ جس ماحول میں انسان جرم میں ملوث ہو چکا ہے، اس سے دور جا کر اس کی اصلاح ہو جاتی ہے تبلیغی حضرات بھی تغریب کی اس حکمت کو مدنظر رکھ کر انسان کو کچھ وقت کے لئے اختیاری جلاوطنی کی دعوت دیتے ہیں تاکہ جو اصلاح محض تبلیغ اور وعظ سے حاصل نہ ہو، وہ گھر سے بے گھر ہو کر حاصل ہو جائے۔

علم و عمل کا سنگھم ان حضرات کا علم اور عمل ایک ہی ڈگر پر چلتے ہیں، جو سیکھتے ہیں وہ کرتے ہیں، جبکہ ہمارے طالب علم حضرات میں سے بعض تو یہاں تک کہہ دیتے ہیں کہ ہمیں ماں باپ نے علم کے لئے بھیجا ہے، عمل کے لئے کب بھیجا ہے، اس کے برعکس اس جماعت کی خاصیت یہ ہے کہ یہ لوگ جتنا سیکھتے ہیں اتنا عمل کرتے ہیں۔

بعض حضرات کو یہ شبہ ہوتا ہے کہ بعض اعمال ایسے بھی ہیں جن کی طرف یہ لوگ توجہ نہیں دیتے مثلاً یہ لوگ شادی شدہ ہو کر چار ماہ، سال یا اس سے بھی زیادہ مدت کے لئے گھر سے باہر جاتے ہیں حالانکہ شرعی لحاظ سے گھروالی سے چار ماہ میں صحبت ضروری ہے اور شوہر گھر سے کہیں بھی چار ماہ یا اس سے زائد مدت کے لئے جائے تو گھر والوں سے اجازت لینا لازم ہے جبکہ یہ لوگ اجازت نہ لینا ہی کمال سمجھتے ہیں لیکن یہ اعتراض درست اس لئے نہیں کہ ان حضرات کا یہ طرز عمل لاعلمی کی وجہ سے ہے، اگر سمجھا دیا جائے کہ یہ اجازت ضروری ہے تو اجازت ضرور لیں گے کیونکہ وہ مسائل پر علم آنے کے بعد عمل کرنے میں پیچھے نہیں ہٹتے۔

یہاں یہ بات واضح ہونی چاہئے کہ اجازت نہ لینے کے لئے یہ بہانہ بنانا غلط ہے کہ تبلیغ فرض عین ہے اور فرض عین بجا لانے کے لئے اجازت ضروری نہیں، اس لئے کہ پہلے میں کہہ چکا ہوں کہ اس

خاص طریقہ سے تبلیغ نہ فرض عین ہے نہ فرض کفایہ، جس طرح کہ مدارس عربیہ کا خاص نظام فرض نہیں، ہاں بدعات حسنہ میں اسے شمار کیا جا سکتا ہے، دوسری طرف اجازت لینا واجب ہے۔ علامہ ابن ہمامؒ اور صاحب بدائع وصنائع نے اس کی تصریح کی ہے نیز حضرت عمرؓ کا بھی اس میں اثر موجود ہے کہ آپ نے لشکر اسلامی کے امراء کو خطوط لکھے کہ وہ شادی شدہ مجاہدوں کو چار ماہ میں ایک بار گھر ضرور بھیجا کریں۔

علم نفسیات اور مزاج شناسی اس راستے میں نکلنے والوں کو نفسیات میں مہارت حاصل ہو جاتی ہے، انہیں معلوم ہوتا ہے کہ اہل علم کا یہ مزاج ہے اس لئے ان سے بات کرنے کا طریقہ یہ ہوگا۔ تھانیدار کا مزاج یوں ہے تو اسے اس طرز سے دعوت دینگے، خان، فقیر، مزدور غرض ہر طبقہ کے لوگوں کے مزاجوں کو پرکھ لیتے ہیں اور موقع سے موافق بات کرتے ہیں گویا اس کو مزاج شناسی اور نفسیات کا الہام سا ہوتا ہے۔ ہمارے طلبہ میں یہ وصف مفقود ہوتا ہے، وہ ہر کام قوت اور ڈنڈے سے کرنا چاہتے ہیں حالانکہ حضرت موسیٰؑ کو مخاطب کر کے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ وقولا لہ قولاً لیناً، چونکہ موسیٰ علیہ السلام تیز مزاج اور جلالی طبیعت کے مالک تھے، اس اللہ تعالیٰ تنبیہ فرماتے ہیں کہ فرعون کے تکبر اور خود پسندی کی رعایت کرتے ہوئے نرمی سے بات کرو۔

قوت بیان اس جماعت کے خاص مناقب میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس جماعت کا عامی سے عامی شخص بھی ایسے مؤثر انداز میں بات کرتا ہے، کہ آدمی دنگ رہ جاتا ہے اس لئے اگر بیان، وعظ اور دعوت کا سلیقہ سیکھنا ہو تو اس جماعت میں نکل جاؤ خصوصاً ایسے مدارس کے طلبہ کے لئے جہاں آزاد انجمنوں پر پابندی ہو ضروری ہے کہ ان چلتے پھرتے انجمنوں میں شمولیت اختیار کریں یہاں وہ بہت خوبی سے بیان کا طریقہ سیکھ لینگے۔

آداب معاشرت کا مدرسہ اس جماعت کے لوگ زندگی کے ہر پہلو میں کام کے طریقے اور آداب سیکھ لیتے ہیں، وہ مسجد میں ہوں یا مدرسہ میں، راستہ میں ہوں یا دکان میں، روٹی اور ہانڈی پکائیں یا خلا کے لئے جائیں، راستہ کے بارے میں کسی سے پوچھنا ہو یا کسی کی دعوت میں جانا ہو، غرض کوئی بھی کام ہو، وہ اس کے آداب جانتے ہیں۔

تنظیم یہ ایک عجیب منظم جماعت ہے، اس میں شہد کی مکھیوں جیسی تنظیم موجود ہے۔ ایک عامی کی امارت میں ایک عالم اتباع کامل کی تصویر بنا بیٹھا ہے، گاؤں سے لے کر مرکز تک وہ اصول کا اتباع کرتے ہیں ان کے اجتماعات کو دیکھو تو حیرت ہوگی کہ کس خوش اسلوبی سے وہ آنیوالوں کے لئے قیام و طعام کا بندوبست کرتے ہیں۔ لاکھوں کی تعداد میں شرکاء کے لئے وضو کا پانی، بجلی اور دیگر ضروریات کا انتظام کرتے ہیں، میں تو اکثر کہا کرتا ہوں کہ پاکستان میں دو جماعتوں میں کامل تنظیم موجود ہے، ایک خوش قسمت ہے تبلیغی جماعت

اور ایک جماعت اسلامی ہے جو آناً فاناً سب کچھ ٹھیک کر دیتی ہے لیکن بات یہ ہے کہ ہے صحابہؓ کے مسائل میں کمزور اور دوسری جماعت تبلیغی جماعت ہے، یہ لوگ خوش قسمت ہیں۔

تبلیغی جماعت کے برعکس ہمارے طلبہ میں تنظیم کا فقدان ہے، ان کا ہر کام سراپا جھگڑا ہوتا ہے ضد اور حسد اس کی بنیاد ہوتی ہے، عظیم محدث امام نوویؒ شارح صحیح مسلم، رسول اکرمؐ کی حدیث انما هلک من کان قبلکم باختلافهم فی الکتاب۔ "مثلاً" کی شرح میں تصریح فرماتے ہیں کہ اعتقادیات میں اختلاف حرام ہے۔ رہے فروعی مسائل مثلاً رفع یدین، آمین بالجہر وغیرہ، تو ان میں اختلاف کی گنجائش ہے بشرطیکہ اسمیں ضد اور تعصب نہ ہو، اب اگر کوئی حنفی یا شافعی دوسرے کو حق پر شمار کرے تو درست ہے لیکن اگر حسد اور تعنّت کی بناء پر اختلاف کرے تو یہ بھی حرام ہے۔

قابلِ غور بات یہ ہے کہ فروعی مسائل میں اختلاف کے لئے کوئی نہ کوئی منشا، دلیل، مثلاً آیت یا حدیث تو ہوتی ہے لیکن اس کے باوجود بھی حرام ہے جبکہ ہمارے ان سیاسی اختلافات اور میلانات کیلئے کوئی نص اور کوئی دلیل موجود نہیں، اس لئے ظاہر ہے کہ ان امور میں اختلاف اور اخصوصاً بغض وعناد کو منشاء بنا کر اختلاف کرنا جائز نہیں۔ اس کی حیثیت زیادہ سے زیادہ ایک فرعی مسئلہ کی ہوسکتی ہے اور اس کا دارومدار بھی محض رائے پر ہوتا ہے اگر اس سلسلے میں میرا فتویٰ چاہتے ہو تو سُن لو کہ آپ کے یہ جھگڑے بالکل حرام ہیں لہٰذا محض تنظیم کی بناء پر ایک دوسرے سے دوریاں اور تحاسد و تباغض چھوڑ دو، علماء کی توہین نہ کرو، اس طرح علماء کی صفوں میں اتحاد ہوگا اور ان کی بات بھی مؤثر ہوگی۔

رہی سیاست کی بات تو اس زمانہ کی حکومتیں نہ تو حق پسند ہیں نہ حق کا اتباع کرنا چاہتے ہیں وہ تو محض شور و شر سے مرعوب ہونا چاہتے جانتے ہیں، اسطرح آج کل کے سیاستدان بھی کوئی نظریہ نہیں رکھتے، چڑھتے سورج کے پجاری ہیں۔

اداروں کے کمزور طلباء کو اس چڑیا سے سیاست سیکھنی چاہیئے۔ حکایت ہے کہ ایک درخت پر ایک چڑیا کا گھونسلا تھا۔ ایک روز تیز بارش اور ہوا کی وجہ سے وہ درخت سے گر گئی۔ ساتھ ہی اُپلوں کے ایک ڈھیر پر ایک گیدڑ بھی سردی کی شدت سے ٹھٹھرا ہوا بیٹھا دھوپ کھا رہا تھا کان میں ایک مینگنی بھی پھنسی ہوئی تھی، اس کی نظر چڑیا پر پڑی تو اسے پکڑ لیا۔ چڑیا نے کہا کہ دیکھو، میں چھوٹا سا پرندہ ہوں، مجھے کھا کر تمہیں کچھ بھی حاصل نہ ہوگا اس لئے جو بھی تم کہو گے مجھے قبول ہوگا لیکن مجھے چھوڑ دو۔ گیدڑ بولا تو کیا میری ہر بات مانو گی چڑیا نے کہا ضرور۔ گیدڑ نے کہا کہ پھر میں جو کہوں وہی کہو، چڑیا بولی کہو۔ گیدڑ نے حکم دیا، کہو کہ شہزادہ بیٹھا ہے سونے کے ڈھیر پر اور کان میں سونے کی بالی ہے"

چڑیا نے تعمیل حکم کیا۔ گیدڑ نے چھوڑ دیا تو اڑ کر قریب کی درخت پر بیٹھی اور کہنے لگی " ایک ذلیل گیدڑ بیٹھا ہے گندگی کے ڈھیر پر اور کان میں منگنی ہے "۔ تو یہی آج کل کی سیاست ہے۔

اطاعت امیر ان حضرات میں ایک خوبی یہ بھی ہے کہ وہ امیر کی ہر بات کو بغیر چون وچرا کے مانتے ہیں جبکہ ہمارے طلبہ میں امیر کی اطاعت مفقود ہے، ہر کوئی اپنی ہانکتا ہے۔

جاذبیت یہ تحریک ہر طبقہ اور ہر مکتب فکر کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے، عوام ہوں یا علماء، امیر ہوں یا غریب، وزیر ہو یا بادشاہ، جو بھی ہو ان کی مقناطیسیت کے آگے مسخر ہے، اگرچہ بعض لوگ تبلیغ میں بھی اغراض لے کر جاتے ہیں مثلاً سیاسی لوگ نیک لوگوں کے ساتھ اپنی معیت دکھلا کر اپنے انتخاب کی راہ ہموار کرنے کے لئے جاتے ہیں۔ اس سال تو صدر بھی گیا تھا، میں تو خوش نہیں تھا اس لئے کہ یہ شخص تو اپنی اسلام پسندی ثابت کرنا چاہتا ہے اور ممکن ہے ایسا ہی ہو، لیکن دوسری طرف اس شخص میں ایک عجیب خوبی ہے وہ یہ کہ جو لوگ بھی اس کے قریب ہو جاتے ہیں، ان کے اتحاد کو پارہ پارہ کر دیتا ہے، ابھی مسلم لیگ کو مقرب بنایا تو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، نیشنل پارٹی وغیرہ کی مثالیں آپ کے سامنے ہیں خدا تبلیغ والوں کی خیر کرے، ایسا نہ ہو کہ ان میں سے بھی کچھ لوگوں کو الگ کر کے ان میں پھوٹ ڈال دے

گشتی شفاخانہ بعض شفاخانے ایسے ہوتے ہیں جس میں علاج کے لئے تمہیں جانا پڑتا ہے اور ان کی نظیر آپ کے یہ دینی مدارس اور خانقاہیں ہیں۔ تم دور دراز علاقوں سے مدارس کے پیچھے جاتے ہو لیکن تبلیغ کا یہ شفاخانہ خود لوگوں کے پیچھے پھرتا ہے تاکہ اگر کوئی بیمار قابل علاج ملے تو اس کا علاج کرے۔

بقیہ از صفحہ ۴۳

تھے اور ان سے ہندوستان میں چنداں تعارف نہ تھا، جب یہاں مفتی صاحب قائد جمعیۃ ہوئے اور شہرہ آفاق حیثیت حاصل ہوئی تو حضرت مولانا محمد یوسف بنوری نے تعارف کرایا اور مولانا مفتی محمود بعد میں ہمیشہ مجھ سے ایسے واقعات سنتے اور جب میں نے حضرت مدنی کے مذکورہ الفاظ سنائے تو سنتے ہوئے عش عش کر اٹھے اور بہت خوش ہوئے۔

فرمایا کہ میں قیام پاکستان کے بعد بھی ایک زمانہ تک وہاں ہندوستان کے مدارس میں مدرس رہا اس لئے اس وقت کے حالات کے تفصیلات مکمل طور سے یاد ہیں۔

فرمایا کہ حضرت مدنی سر مالش کر کے سو جاتے۔ ایک دفعہ میں سر مالش کر رہا تھا کہ حضرت سو گئے۔ مالش بند کر کے آیا تو طلبہ انتظار میں تھے اور ہر ایک کہتا کہ یہ ہاتھ میرے سر پر مل لیں۔ یہ طلبہ کا شوق تھا کہ تبرک کے لئے ایسے موقعوں سے فائدہ اٹھاتے۔

قارئین بنام مدیر

افکار و تاثرات

- سندھ کو پاکستان سے الگ کرنے کا منصوبہ
- علماء اہل سنت سے اپیل
- علماء صنعت و حرفت اور انگریز کی عیاری
- ارباب حکومت اور مخالفین شریعت کو انتباہ

سندھ کو پاکستان سے الگ کرنے کا منصوبہ

پاک فوج کے سب سے سینیر فوجی اور وادی سیاست کے ایک آبلہ پا مسافر کی حیثیت سے میں نے جو تجربات حاصل کئے ہیں، اس کی بناء پر میں پورے وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اگر ہم نے اپنی تلخیوں کو فوری طور پر فراموش کر کے اتحاد فکر و عمل کا مظاہرہ نہیں کیا تو ہمارا حشر سپین کے مسلمانوں جیسا ہو سکتا ہے۔

صورت حال یہ ہے کہ مسلمانوں کی تمام دشمن طاقتیں ایک بار پھر متحد ہو رہی ہیں۔ میں پوری ذمہ داری کے ساتھ یہ عرض کرونگا کہ اس بار ہمارے دشمن نے منصوبہ بنا لیا ہے کہ وہ پاکستان کو سندھ سے محروم کر دے، اس مقصد کے لئے اسے سندھ میں فضا سازگار دکھائی دے رہی ہے۔ گزشتہ تین سال سے بالخصوص کراچی میں معمولی وقفے سے فسادات کرائے جا رہے ہیں، جس کے نتیجے میں ہزاروں نہیں تو سینکڑوں معصوم اور بے گناہ افراد جاں بحق یا معذور ہو چکے ہیں اور ان گنت اپنے ذرائع روزگار اور لاکھوں باہمی اعتماد سے محروم کر دیئے گئے ہیں۔ تجارتی اور صنعتی ترقی نہ صرف یہ کہ رک گئی بلکہ روبہ زوال ہے، کراچی اور حیدرآباد کے اسی فی صد سے زیادہ صنعتی ادارے بند ہو چکے ہیں۔ عوام کے درمیان باہمی منافرت انتہا کو پہنچ چکی ہے اور میرے خیال میں قائد اعظم کا شہر..... کراچی بدترین حالات سے دوچار ہے، کرفیو، لوٹ مار، آتش زنی، قتل و غارت اور اغوا اب روزمرہ کا معمول بن چکے ہیں اور سندھ میں خانہ جنگی کی آگ کسی بھی وقت بھڑک سکتی ہے، یہ ہیں وہ حالات جن کی بنا پر ہمارا عیار ہمسایہ نسل کشی کو روکنے کا بہانہ بنا کر سندھ میں مداخلت کر سکتا ہے اور اس مقصد کے لئے اس کی چھ ڈویژن فوج ملحقہ سرحد پر موقع کے انتظار میں ہے۔۔ کوئی نئی بات نہیں ہو گی کیونکہ ۱۹۷۱ء میں ایسا ہو چکا ہے۔ بھارت نے سری لنکا پر

قبضہ کرکے اپنے عزائم کا اظہار بھی کر دیا ہے اور اب دوسرے کمزور پڑوسی ملک اپنی آزادی اور خود مختاری خطرے میں محسوس کر رہے ہیں۔ بھارت نے لارڈ ولزلے کے رسوائے زمانہ سب سڈی سسٹم کو اپنا کر اپنی توسیع پسندی کی جانب پیش قدمی شروع کر دی ہے اور وہ سندھ کو ہڑپ کرنے کے لئے تیار کھڑا ہے، وہ ہمیں خشکی اور سمندر دونوں جانب سے گھیرنے کا سامان کر چکا ہے، سندھ دونوں جانب سے خطرے میں ہے اور اس طرح پاکستان خطرے میں ہے۔

ہمیں یہاں یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ ۱۹۷۱ء کے المیہ کے بعد اگر ہماری آزادی برقرار رہی تو اسکی وجہ سمندر ہے، سمندر نے پاکستان کی سیاسی، اقتصادی سرگرمیاں جاری رکھنے میں بڑی مدد دی ہے پاکستانی سمندر کا رقبہ کم و بیش ایک لاکھ مربع میل ہے اور اس طرح رقبہ کے لحاظ سے بلوچستان کے بعد دوسرا سب سے بڑا اور بحیثیت مجموعی پاکستان کا پانچواں صوبہ .... سمندر ہے لیکن اس کے دفاع کے لئے کوئی سنجیدہ توجہ نہیں دی گئی، چنانچہ کراچی ہمارے دشمنوں کے لئے کھلے دسترخواں کی طرح ہے، ہمیں اگر پاکستان کی آزادی اور سالمیت برقرار رکھنی ہے تو پاکستان کے "پانچویں صوبے" کے دفاع اور حفاظت پر فوری اور خصوصی توجہ دینی ہوگی۔ سقوط مشرقی پاکستان کے بعد یہ شاعرانہ منطق لایعنی اور مہمل ثابت ہو چکی ہے کہ ایک خطّے کا دفاع ہزاروں میل دور خطے میں بیٹھ کر کیا جا سکتا ہے، سندھ کا دفاع سندھ ہی میں کیا جا سکتا ہے اور سمندر کا دفاع سمندر ہی میں کیا جا سکتا ہے، اس کے لئے ہمیں اپنی بحری قوت میں بے پناہ اضافہ کرنا ہوگا، چنانچہ میرا مطالبہ ہے کہ بحریہ کا ہیڈ کوارٹر اسلام آباد سے فوراً کراچی منتقل کیا جائے۔ پاکستانی بحریہ کے جدید ترین ذرائع اختیار کئے جائیں، بحریہ کے پاس کم از کم ایک طیارہ بردار جہاز ضرور ہونا چاہیئے، خواہ اس کے لئے سول اور ملٹری، بیوروکریسی سے تعلق رکھنے والے افسروں اور جنرلوں کو بائیسکل ہی پر سفر کیوں نہ کرنا پڑے۔

میں پورے خلوص، دل سوزی اور حب الوطنی کے جذبے کے ساتھ یہ گزارش کروں گا کہ یہ وقت ذاتی اناؤں کی پرورش کا نہیں کیونکہ اگر خدا نخواستہ، خدا نخواستہ یہ ملک نہ رہا تو نہ کسی کی وزارت رہے گی اور نہ ان کی جرنیلی رہے گی، انہیں بھی لندن کے کسی ہوٹل میں ہیڈ ویٹر کی ملازمت ڈھونڈنی ہوگی۔

لفٹیننٹ جنرل محمد اعظم خان

<u>علمائے اہل سُنّت سے اپیل</u> عامۃ المسلمین سے پُر زور درخواست ہے کہ وہ امن و امان کو برقرار رکھتے ہوئے اپنے مذہب حقہ ما انا علیہ و اصحابی کی پوری پوری حفاظت کریں، ان دشمنانِ صحابہ کرام علیہم

الرضوان اور ان معاندان یاران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صدیق رضؓ و فاروق رضی اللہ عنہما کو کھلم کھلا بت کہنے والوں اور بیت اللہ شریف کی بے حرمتی کرنیوالوں سے خیر کی کوئی امید نہ رکھیں اور غوث اعظم رح پیران پیر سید عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرہ العزیز کے اس فتوی پر سختی سے عمل پیرا ہوں جو کہ بحوالہ حدیث پاک غنیۃ الطالبین کے صفحہ ۱۴۷ پر درج ہے اور وہ یہ ہے کہ آخر زمانہ میں ایک قوم ہو گی جو میرے اصحاب کی تنقیص شان کریگی پس تم ان کی مجلس میں نہ بیٹھو، نہ ان کے ساتھ مل کر کھانا کھاؤ اور نہ پیٔو نہ ان سے رشتہ بندی کرو، نہ ان کے جنازہ کی نماز پڑھو نہ ان سے مل کر نماز پڑھو۔ علماء کرام کا فرض ہے کہ وہ ہر قسم کی گروپ بندی اور سیاست بازی سے بالاتر ہو کر پیران پیر صاحب رح کا یہ فتوی گھر گھر پہنچائیں اور اپنے فرض مذہبی ادا کرنے میں کوتاہی نہ کریں، نیز اہل سنت والجماعت وزارت تعلیم پاکستان کے اس اقدام کی سخت مذمت کریں کہ اس نے شیعہ سنی مشترک ترجمہ قرآن مجید کے لئے کوئی کمیٹی مقرر کی ہے۔ شیعہ جب موجودہ قرآن مجید کو اصلی مانتے ہی نہیں، ملاحظہ ہو احسن الفتاوی ص ۱۴۳ تا ص ۱۰۱ تو ان سے ترجمہ قرآن کرانا قوم کو دھوکہ دینا ہے اور ان کے کفر الحادی کے اظہار کے خلاف ایک ناشائستہ حرکت اور بری سازش ہے۔ حکومت کا فرض ہے کہ وہ اس نازیبا حرکت سے باز آئے اور مسلمانوں کی دل آزاری نہ کرے۔

قاضی عبدالکریم۔ کلاچی

علماء صنعت و حرفت اور انگریز کی عیاری

ابھی تھوڑی دیر قبل ماہنامہ الحق کا تازہ شمارہ موصول ہوا، فہرست سے معلوم ہوا کہ اس مرتبہ علامہ سمعانی سے ملاقات کی نویں قسط بھی شامل اشاعت ہے، باوجودیکہ دو روز سے علیل ہوں اور ہمہ وقت بستر پر لیٹا رہتا ہوں، پھر بھی گذشتہ سال ماہ نومبر کی آپ کے ساتھ ایک نشست بصورت مطالعہ مضمون میں حضرت علامہ کے تعارف نے عجیب کیفیت پیدا کردی، جس ماہنامہ میں بھی حضرت علامہ سے ملاقات کا تذکرہ پڑھ لوں، جب تک اس کا مطالعہ نہ کرلوں چین نہیں آتا، چنانچہ اب بھی ایسے ہی ہوا اگرچہ بیماری کی وجہ سے حرف آنکھوں کے سامنے ناچتے نظر آتے تھے، پھر بھی بکوشش تمام اس کا مطالعہ کر ہی لیا۔ اللہ تعالیٰ مولانا عبدالقیوم حقانی کو جزائے خیر دے کہ اکابر دین سے بیٹھے بٹھائے ملاقات کرا دیتے ہیں۔

یہ بات ایک حقیقت ہے کہ ہمارے معاشرے میں مختلف پیشوں کی تذلیل و تحقیر ایک عام وطیرہ بن چکی ہے اور اسی پر ذات، پات، کا انحصار سمجھا جاتا ہے۔ ایک سرکاری مثل دیکھنے کا اتفاق ہوا تو کسی کے ساتھ قوم موچی لکھا ہوا ہے اور کسی کے ساتھ قوم ترکھان (بڑھئی) کسی کے ساتھ قوم ماچھی، (تنور پر روٹی پکانے والا) لکھا ہوا ہے، اس حقیقت کو ظاہر کرتے ہیں کہ اب عزت و ذلت، کا مدار علم و فضل اور کمالات پر نہیں رہا بلکہ ذات پات اور پیشے پر رہ گیا

اور یہ بات مفید نہیں بلکہ انگریزی دور کی اس مسل میں جہاں مندرجہ بالا پیشہ ور حضرات کو کمی لکھا گیا، وہاں مولوی حضرات کو بھی اسی کمیوں کے شعبہ میں درج کیا گیا پڑھ کر دم بخود رہ گیا کہ اس انگریز مکار نے جہاں دیگر پیشہ ورانہ کاموں کو عزت و ذلت کا مدار بنا دیا وہاں علماء و فضلاء کو بھی اسی درجہ میں رکھ کر دنیا داروں کی نگاہوں میں علم و فضل کی خدمت کو ایک ذلیل اور حقیر کام کی حیثیت سے پیش کیا۔ فالی اللہ المشتکی۔ احقر بھی اپنی جمعہ کی تقریروں میں انگریز کے اس مکر و فریب کا پول کھولتا رہتا ہے، شاید اسی پروپیگنڈے کا اثر ہے کہ آج بھی پڑھے لکھے لوگ علماء سے استفادہ سے ہچکچاتے ہیں اور انہیں ذلیل طبقہ میں شمار کرتے ہیں۔ آپ کے اس سلسلۂ مضامین سے توقع ہے کہ قارئین کے قلوب میں حاملین پیشہ علماء کا تذکرہ پڑھ کر علماء کی عظمت پیدا ہو گی

محمد نعیم اللہ فاروقی، خطیب مسجد زینب لاہور

ارباب حکومت اور مخالفین شریعت کو انتباہ

بعض مسلمان مسلمان ہو کر شریعت بل کے مخالف ہیں، حیرت ہے کہ مسلمانی کا دعویٰ اور شریعت بل سے انکار ؟ تاویل یہ کہ بل کا انکار ہے شریعت کا نہیں۔ لہٰذا اس پر غور کرنا چاہیئے کہ بل کیا چیز ہے اور پھر اس پر غور کہ شریعت کیا چیز ہے تو بل اس مجوزہ قانون کو کہا جاتا ہے جسے قانون بنانے کے لئے پیش کیا جاتا ہے .... شرعی قانون کوئی مانے نہ مانے، قانون ہے اور رجسٹرڈ سے زیادہ حتمی ہے، اس کی طرف توجہ دلائی ہے، غفلت دور کرانی ہے منظوری سے پہلے بھی قانون ہے بعد میں بھی قانون ہوگا اسکو بل آج کل کی زبان میں کہا گیا ہے۔ اب غور کیجئے کہ خدائی قانون کو نہ ماننا کیسا ہے ؟ کیا مسلمانوں کو آخرت بالکل یاد نہیں ؟ اس کے انکار کو خدائی قانون کا انکار نہیں کہیں گے ؟ کیا قیامت میں اس پر مواخذہ نہیں ہوگا ؟

.... لہٰذا اب آپ خوب ذہن نشین کر لیں کہ یہ بل قانون شرعی ہے، اس کا انکار بھی شریعت کا انکار اور سخت خطرناک ہے اور شریعت وہ احکام ہیں جو صاف آیات و احادیث سے یا یقینی و ظنی طریق سے مراد الٰہی ثابت ہوں، ان کے کسی یقینی قانون کے انکار سے اسلام باقی نہیں رہتا، نکاح بھی قائم نہیں رہتا۔ اپنے اوپر رحم کیجئے اور ان خیالات سے رجوع و توبہ کیجئے۔

مفتی جمیل احمد تھانوی مدظلہ

بشکریہ ماہنامہ "الخیر" اکتوبر ۱۹۸۶ء

ادبیات

حافظ محمد ابراہیم فانیؔ
مدرس دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

نقشِ وفا

بیادِ مفکرِ اسلام حضرت مولانا مفتی محمودؒ قدس سرہٗ

وہ مردِ مومن صاحبِ صدق و صفا کہاں گئے
وہ رہبرِ اسلامیاں وہ رہنما کہاں گئے

وہ مفتیٔ دینِ متیں وہ خادمِ شرعِ مبیں
وہ دلکشا وہ دلنشیں وہ دلربا کہاں گئے

وہ عاشقِ ختم الرسلؐ وہ فخرِ اقوام و ملل
وہ پیکرِ علم و عمل وہ مہ لقا کہاں گئے

وہ بحرِ ذخّارِ کرم وہ مفضل و تقویٰ کے علم
عالیجناب و محترم وہ پارسا کہاں گئے

وہ عزم کے کوہ گراں ملّت کے مخلص پاسباں
ہاں وہ امیرِ کارواں نقشِ وفا کہاں گئے

وہ بوذرؓ و سلماںؓ صفت وہ جوہرِ حقانیتؒ
خود دار و عکسِ حریت حق آشنا کہاں گئے

وہ نغز گو شیریں سخن وہ نازش و فخرِ وطن
فانیؔ وہ شمعِ انجمن مردِ خدا کہاں گئے

تبصرۂ کتب

تذکرۃ الانبیاء | مؤلف :- جناب قاری شریف احمد صاحب ۔ صفحات جلد اول ۶۰۰ ۔ جلد دوم ۴۰۰
قیمت ہر دو جلد ۱۸۰ روپے ۔ ناشر ۔ مکتبہ رشیدیہ ، قاری منزل ، پاکستان چوک کراچی ۔

یوں تو اس عنوان پر کثرت سے کتابیں لکھی گئی ہیں ۔ اس سلسلہ میں تحقیقی اور مستند کارنامہ مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی کا ہے جن کی قصص القرآن حرف آخر ہے ۔ مگر اس میں علمی تحقیقی اور ادبی رنگ غالب ہے ۔ عامۃ الناس کے بجائے علماء کے لئے زیادہ نافع ہے ۔ وعظ و نصیحت ، عبرت و فکر آخرت اور انبیاء کے مقصد زندگی اور تعلیم و ہدایت اور اس کے اثرات و نتائج اور قارئین میں صاحب تذکرہ کے حالات و کیفیات اور اذواق و مواجید منتقل کر دیتے ہیں ۔
" تذکرۃ الاولیاء " پہلی منفرد اور اپنے مقصد کے لحاظ سے معیاری کتاب ہے ۔ ہر واقعہ اور ہر نبی کا تذکرہ اس انداز سے کیا گیا ہے کہ پڑھنے والے اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے ۔

موجودہ دور کے الحادی باطل نظریات اور تاریخی تعارضات کا حل بھی سہل اور سلیس اور مسکت انداز سے پیش کیا گیا ہے ۔ جلد اول میں حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حالات ، قصص اور واقعات پر مشتمل ہے ۔ دوسری جلد مستقلاً سیرت خاتم الانبیاء پر ہے ۔

احقر نے اس موضوع پر عمل کی انگیخت کے سلسلہ میں اس سے زیادہ مؤثر کتاب نہیں دیکھی ۔ خطیبوں واعظوں مدرسین و مبلغین اور با ذوق احباب کے لئے ایک قیمتی سوغات ہے ۔ (عبدالقیوم حقانی)

اقوال النادرہ فی تحقیق قنوت النازلہ | مؤلف ۔ ابوالعتیق مولانا سعید الرحمٰن ۔ صفحات ۴۴ ۔ قیمت ۴ روپے
ملنے کا پتہ ۔ مکتبہ العلمیہ نزد دار العلوم سعیدیہ ۔ اوگی تحصیل و ضلع مانسہرہ (ہزارہ)

افغانستان میں آدم خور روسیوں کے سفاکانہ اور ظالمانہ انقلاب کے بعد پاکستان بالخصوص صوبہ سرحد اور بلوچستان کی مساجد میں صبح کی نماز میں قنوت نازلہ پڑھی جاتی ہے ۔ دین سے ناواقف لوگ کم فہمی کی وجہ سے اس پر اعتراض کرتے ہیں ۔ بلکہ بسا اوقات قنوت نازلہ سن کر امام کے پیچھے اقتدا ترک چھوڑ دیتے ہیں ۔ اور سب و شتم سے بھی گریز نہیں کرتے ۔ زیر نظر کتاب میں اس ضرورت کو پورا کیا گیا ہے کہ قنوت نازلہ کیا ہے ؟ اس کا حکم کیا ہے ؟ اور اس کا طریقہ کیا ہے ؟ ان تمام سوالات کے جوابات تحقیقی انداز میں اس مختصر رسالہ میں دئے گئے ہیں عام فہم سوالات کے ان جوابات میں فقہی اختلافات اور بحث و مباحثہ کی ضرورت نہیں تھی لیکن مؤلف کتاب علمی ذوق سے مجبور ہو کر فقیہانہ اور محدثانہ بحث کو چھیڑ کر اپنے مسلک (حنفی) کو ثابت کرتے ہیں ۔ موقعہ بموقعہ تعارض احادیث کی صورت میں تطبیق کی طرف اشارہ کرتے ہیں سہل الفہم مسائل کی جامعیت کے ساتھ ساتھ علمی اور تحقیقی مباحث کی وجہ سے یہ رسالہ صغیر حجم کے باوجود عظیم افادیت کا حامل ہے ۔ دلچسپ مباحث کی وجہ سے عوام و خواص کے علمی ذوق اور علمی شوق کے لئے بے حد نافع اور مفید ہے ۔

(مفتی غلام الرحمٰن)

B.P
ذائقے میں لذیذ
غذائیت سے بھرپور
حفظانِ صحت کے
اصولوں پر تیار کردہ
بی پی
• ڈبل روٹی
• فروٹ بن
• فروٹ کیک
B.P
بی پی (پرائیویٹ) لمیٹڈ
۱۵۱ - فیروز پور روڈ - لاہور
فون: ۲۱۶۸۳۲ ، ۲۱۶۸۳۶

HAQ
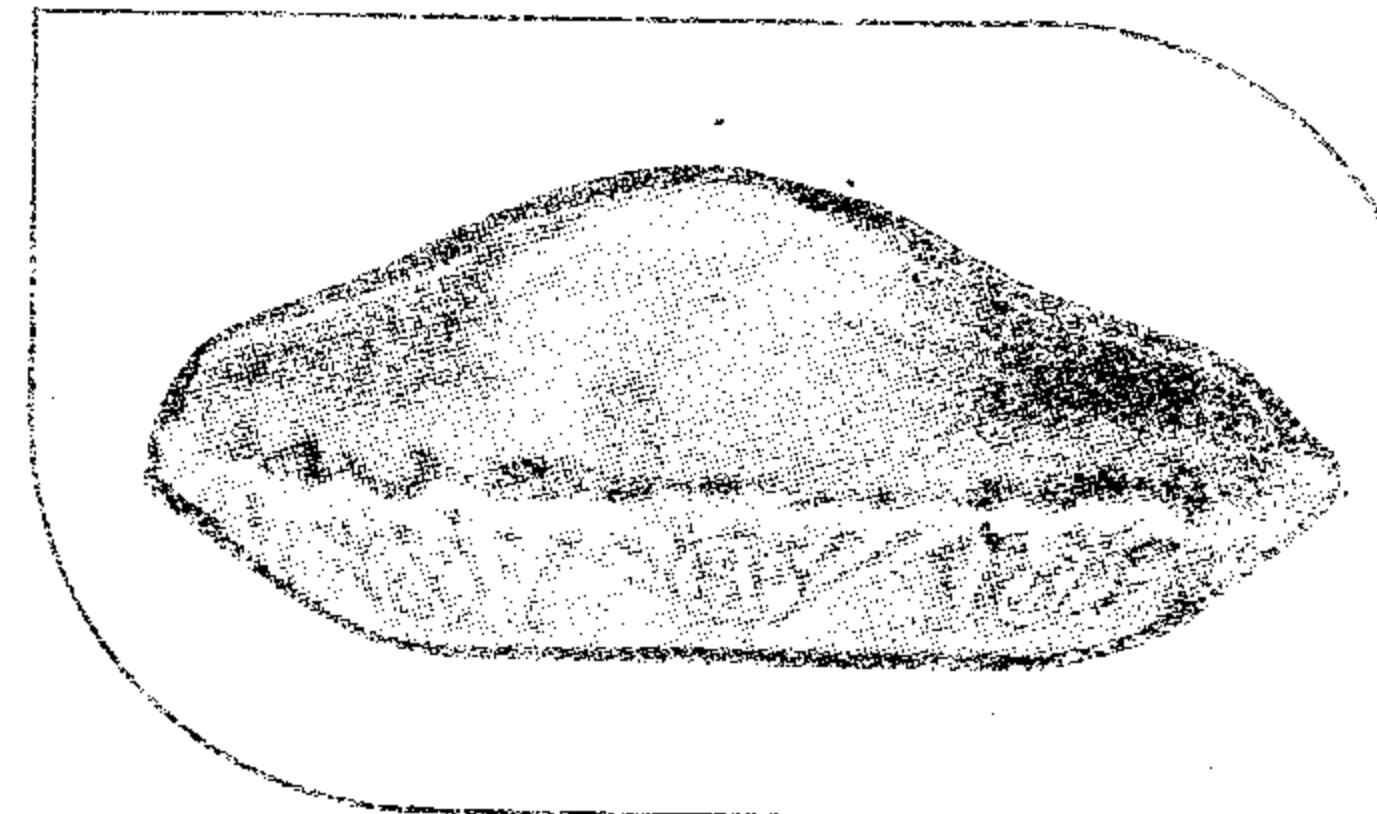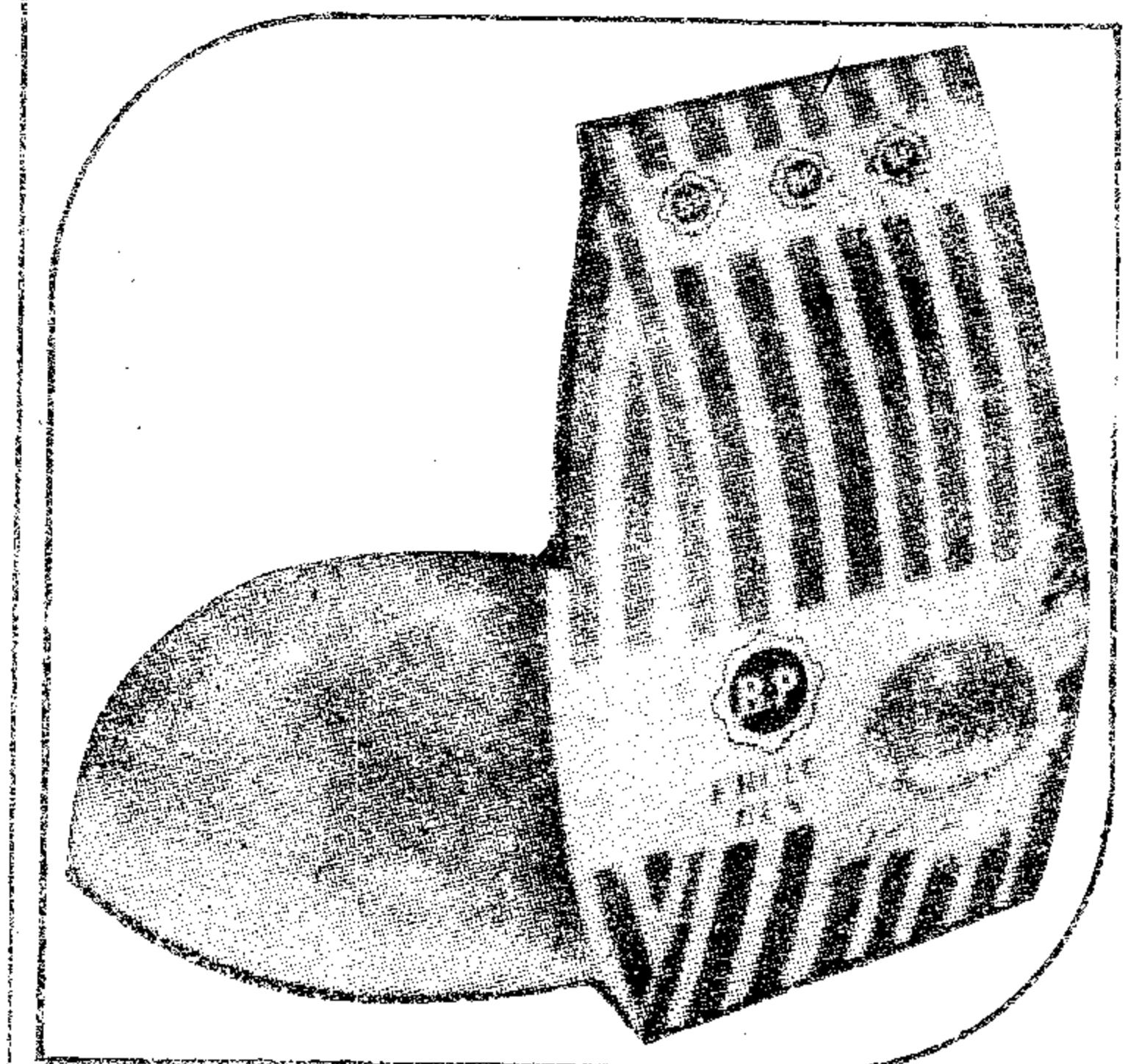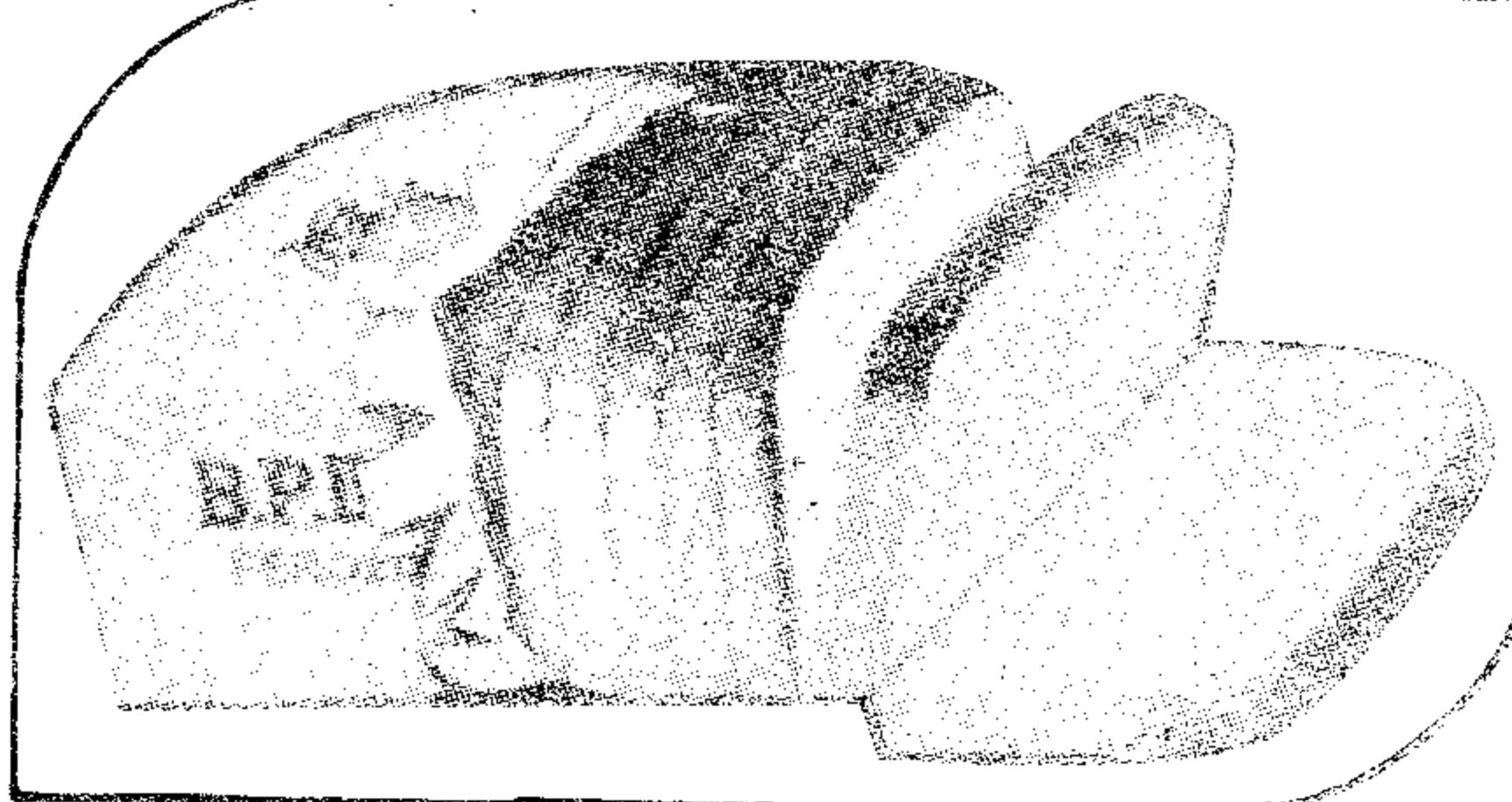
فرمانِ رسول

حضرت علی ابنِ ابی طالب کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا

"جب میری اُمّت میں چودہ خصلتیں پیدا ہوں تو اس پر مصیبتیں نازل ہونا شروع ہو جائیں گی"

دریافت کیا گیا یا رسول اللہ! وہ کیا ہیں؟ فرمایا:

- جب سرکاری مال ذاتی ملکیت بنا لیا جائے۔
- امانت کو مالِ غنیمت سمجھا جائے۔
- زکوٰۃ جرمانہ محسوس ہونے لگے۔
- شوہر بیوی کا مطیع ہو جائے۔
- بیٹا ماں کا نافرمان بن جائے۔
- آدمی دوستوں سے بھلائی کرے اور باپ پر ظلم ڈھائے۔
- مساجد میں شور مچایا جائے۔
- قوم کا رذیل ترین آدمی اس کا لیڈر ہو۔
- آدمی کی عزت اس کی برائی کے ڈر سے ہونے لگے۔
- نشہ آور اشیاء کھلّم کھلّا استعمال کی جائیں!
- مرد ابریشم پہنیں۔
- آلاتِ موسیقی کو اختیار کیا جائے
- رقص و سرود کی محفلیں سجائی جائیں
- اس وقت کے لوگ اگلوں پر لعن طعن کرنے لگیں۔

تو لوگوں کو چاہیئے کہ پھر وہ ہر وقت عذابِ الٰہی کے منتظر رہیں خواہ وہ سرخ آندھی کی شکل میں آئے یا زلزلے کی شکل میں یا اصحابِ سبت کی طرح صورتیں مسخ ہونے کی شکل میں۔ (ترمذی۔ باب علامات الساعۃ)